وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ

القول المتین

۱۳۰۰

المطبع مظہر العجائب مدراس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد امیدوار رحمت رب العالمین
زین الدین اسعد حنفی مدراسی اہل علم کے خدمات مین التماس کرتا ہی کہ آجکل ایک کتاب جلاء عینیہ المانعین بجواب
رسالہ ہدیۃ الرافعین میری نظر سے گذری یہہ چند اوراق اسکے جواب مین لکہے گئے اور نام اسکا القول المتین رکہا
گیا و اما اشرع فی المقصود و ما توفیقی الا باللہ ہدیۃ الرافعین واضح ہو کہ رفع یدین کے مسئلہ مین مذہب امام
ابو حنیفہ اور اونکے اصحاب کا یہہ ہی کہ صرف تکبیر تحریمہ کیوقت ہاتہہ اٹہاوے پہر نہ اٹہاوے اور یہی مذہب تہا اہل کوفہ کا
اور مشہور مذہب مالک کا بہی یہی ہی چنانچہ مسلم کے شرح مین لکہا ہی وقال ابو حنیفہ واصحابہ وجماعۃ اہل الکوفۃ لا یستحب
فی غیر تکبیرۃ الاحرام انتہی اور یہہ قول بہت سے صحابہ اور تابعین سے بہی ثابت ہی چنانچہ ترمذی نے لکہا ہی وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان واہل الکوفہ انتہی اور عمدۃ القاری شرح بخاری مین لکہا ہی
وعند ابی حنیفہ واصحابہ لا یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی وبہ قال الثوری والنخعی وابن ابی لیلی وعلقمہ بن قیس والاسود بن یزید والشعبی وعامر وابو اسحق السبیعی وخیثمہ والمغیرہ و
وکیع وعاصم بن کلیب وہو روایۃ ابن القاسم عن مالک وہو المشہور عنہ والمعمول عند اصحابنا انتہی یہہ حضرات کہ مذکور ہوئے سب اس مسئلہ مین حنفیون کے ساتہہ
ساتہہ متفق ہین اور یہہ جملہ مجتہدین سے ہین اور بعضی اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ اور بعضی شیوخ کے شیوخ ہین چنانچہ بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح
کی کتابین انہین کے روایات سے مملو ہین۔ اب ہم اس قول کے دلایل احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ سے ذکر کرتے ہین روایت کی
ہی ترمذی نے علقمہ سے قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ
الا اول مرۃ قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد
من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان واہل الکوفہ انتہی اور ابو داود اور نسائی
نے بہی اس حدیث کی روایت کی ہی اس روایت مین یہہ کلام کیا جاتا ہی کہ عبد اللہ بن مبارک کا قول ترمذی نے
نقل کیا ہی ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ انتہی۔ اسکا جواب
یہہ ہی کہ اس قول کے بعد ترمذی نے اس حدیث کو اپنی روایت سے نقل کیا اور حسن کہا اور ابن حزم نے محلے

مین اسکی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے وصححہ بعض المحدثین یس عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک اسکا ثابت ہونا ہمکو کیا مضر ہوگا۔ علاوہ اسکے ممکن ہے کہ حسن سند سے انکو یہہ روایت پہونچی ہو جسمین کچہہ ضعف ہو جس سند سے ترمذی وغیرہ کو یہہ روایت ملی وہ قوی ہے اور نیز امام ابو حنیفہ نے اوس روایت کو اپنے سند سے ذکر کرکے اوزاعی کے مقابلہ مین استدلال کیا پہر ثبوت مین کیا کلام رہا **ہدایۃ المالکین صـ۳** ترمذی نے پہلے رفع یدین کی حدیث کو ذکر کیا الخ۔ خلاصہ یہ کہ ترمذی نے پہلے رفع یدین کی حدیث کو ذکر کیا اور اسکو حسن صحیح کہا اور عدم رفع کی حدیث کو فقط حسن کہا اور صحابہ اور تابعین مین قائلین عدم رفع کو غیر واحد بتلایا یعنے ایک سے زیادہ سو اسواسطے صحابہ مین دو ہی کا نام لیا اور پچہلون مین سفیان کا اور اہل کوفہ سے امام ابو حنیفہ کی طرف اشارہ کیا اور قائلین رفع بہت سے صحابہ اور تابعین بتلائی اور رفع اور عدم رفع دونون حدیثون کی قوت بہی بیان کردی پس مقابلہ قلیل کا ساتہہ کثیر کے اور صحیح کا ساتہہ غیر صحیح کے کسطرح ممکن ہو اگر یہہ سنت منسوخ ہوتی تو یہ سب لوگ اوس سے بیخبر ہوتے **اقول** اسکا جواب یہہ ہے کہ حدیث حسن اور حدیث صحیح کے مراتب ثبوت مین اگرچہ کچہہ تفاوت ہوتا ہی مگر حکم وجوب عمل مین دونو برابر ہوتے ہین اور عدم رفع کی حدیث کو اگرچہ ترمذی نے حسن کہا ہی مگر دیگر حفاظ نے اسکی تصحیح بہی کی ہی کما سیجئی تحقیقہ اور جسطرح ترمذی نے قائلین عدم رفع کو غیر واحد بتایا ہی اسیطرح قائلین رفع کو بعض اہل العلم کہا ہی اور مفہوم دونوکا ایک ہے بلکہ اگر لفظی معنی کا لحاظ کیا جاوے تو غیر واحد کو بعض کے لفظ پر ترجیح ہی اسلیئے کہ غیر واحد کے معنی یہہ ہین ایک سے زیادہ اور بعض کا لفظ فقط ایک پر بہی صادق آتا ہی اور ترمذی نے جن صحابہ کا ذکر کیا ہی اونہین حصر نہین کیا اون دونون کے سوا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بہی عدم رفع منقول اور ترمذی نے جو جو صحابہ کا قائلین رفع مین ذکر کیا اون میں ابن عمر اور ابو ہریرہ سے بہی عدم رفع ثابت ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کے اثر کو امام محمد نے اپنے مؤطا مین ذکر کیا ہے: اخبرنا مالک اخبرنی نعیم المجمر و ابو جعفر القاری ان ابا ہریرة کان یصلی فکبر کلما خفض و رفع قال ابو جعفر و کان یرفع یدیہ حین یکبر و یفتتح الصلوة انتہی اور باقی صحابہ کے آثار آیندہ مذکور ہونگے اور پچہلون مین ترمذی نے اگرچہ بطور مثال کے صرف سفیان اور اہل کوفہ کا ذکر کیا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سواے سفیان اور اہل کوفہ کے کسی اور کا یہہ مذہب نہ تہا بلکہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت عظیمہ سے یہ مذہب منقول ہی جن مین سے بہت سے نام ہدیۃ الرافعین میں مذکور ہین اور اہل کوفہ کے لفظ سے صرف ایک شخص یعنے امام ابو حنیفہ مراد لینا ایک نہایت عجیب بات ہی اسلیئے کہ اہل الکوفہ شامل ہے تمام تابعین اور تبع تابعین اور دیگر فقہا کو جو کوفہ مین موجود تہے اگر بعض اہل کوفہ کا لفظ ہوتا تو ممکن تہا کہ اوس سے یہہ سمجہا جاتا جو مخاطب نے لکہا چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین صاف لکہدیا ہی کہ قال ابو حنیفة و اصحابہ و جماعة من اہل الکوفة لا یستحب فی غیر تکبیرة الاحرام انتہی

جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے سوا جماعت اہل کوفہ کا یہہ مذہب ہے اور اس بیان سے
ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ مین بمقابلہ قلیل کا ساتہ جم غفیر کے ہہین بلکہ قایل عدم رفع جم غفیر ہے اور صحیح
ہونا بہی اس روایت کا آیندہ ثابت کیا جاویگا اور جسطرح مخاطب کو یہہ تعجب ہے کہ تا ئلین رفع کو نسخ کیون معلوم
ہوا اسیطرح یہہ بہی تعجب ہو سکتا ہی کہ جم غفیر قائلین عدم رفع نے جسمین بہت سے صحابہ اور تابعین اور محدثین
شامل ہین اس سنت متواترہ کو کیون ترک کیا **قولہ صہ** ترمذی کا ابن مسعود کی حدیث کو الخ خلاصہ یہ کہ
ترمذی کی تحسین عبد اللہ مبارک کے قول کے معارض نہین ہو سکتی اسلئے کہ عبد اللہ بن مبارک نے اس حدیث کو
مطلقا غیر صحیح کہا ہی جس سے لازم آتا ہی کہ اونکے نزدیک سب طرق اوسکے واہی او ضعیف ہین اور اگر ترمذی کی
سند کو دوسری ہوتی تو وہ اس اختلاف سند کو بیان کر دیتے لہذا ممکن ہی کہ دونو کی سند ایک ہو **اقول** اولا ہمارا
بہی یہی قول ہی کہ ترمذی کا قول ابن مبارک کے قول کے معارض نہین اسلئے کہ تعارض مین منافات ضرور ہے اور اون دونو
قولون مین تطبیق ممکن ہی اسلئے کہ ممکن ہی کہ لم یثبت کے لفظ سے مراد ابن مبارک کی عدم ثبوت صحت اصطلاحی
ہو اور وہ حسن ہونے کی منافی نہین حاصل اسکا یہہ ہے کہ یہہ حدیث اونکے نزدیک صحیح نہو بلکہ حسن ہو حافظ ابن حجر نے
نتائج الافکار تخریج احادیث الاذکار مین نووی کے اس قول کے تحت مین کہ ثبت عن احمد بن حنبل انہ قال لا اعلم
فی التسمیۃ فی الوضوء حدیثا ۔ ثابتا یہہ لکہا ہی لا یلزم من نفی الثبوت الضعف لاحتمال ان یراد بالثبوت الصحۃ فلا ینتفی
الحسن انتہی ۔ پس ترمذی نے بہی عبد اللہ بن مبارک کے قول کے متابعت کی اسیواسطے اس حدیث کو
حسن کہا صحیح نہ کہا **ثانیاً** بفرض تسلیم ہم کہتے ہین کہ عبد اللہ بن مسعود کہ قول مطلقا جرح ہی جیسے کہ
مخاطب کی راے ہی مگر صاحب ہدیۃ الراغبین نے اس قاعدہ پر عمل کیا کہ جب تک دونو قولون کی
تطبیق ممکن ہو تب تک مسلک ترجیح کے طرف توجہ نکیجاے کیونکہ اسمین خواہ مخواہ ایک قول کی تغلیط ہوتی
ہی اسیواسطے صاحب ہدیہ نے یہہ احتمال پیدا کیا تہا کہ اختلاف قولین کا مدار اختلاف سندین کے ہی اور اہل انصاف
واقف ہین کہ یہہ طریقہ نہایت اسلم تہا اسلئے کہ اس صورت مین ہر قول بجای خود صحیح رہتا تہا مگر افسوس
کہ جناب مخاطب کو یہہ قاعدہ پسند نہین اور وہ خواہ مخواہ ایک قول کی تغلیط کی طرف متوجہ ہوتے ہین ۔
چارنا چار ہم بہی انہین کا اتباع کرینگے فانتظر مگر اول یہہ تو فرمائے یہہ کہان سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ
بن مبارک کو کل طرق اسکی معلوم ہوگئی تہی جسپر یہہ تفریع ہے کہ اون کے نزدیک سب طرق اسکے واہی
اور ضعیف تہے اور بفرض یہہ بہی فرض کیا کہ کل طرق انکو پہنچ گئے تہے اسکو انہون نے واہی اور ضعیف کہا
اور انہین مین سے بعض طرق یا کل طرق کو ترمذی نے حسن کہا پس معارض ہونے کی

کیا یعنی اور سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ جناب مخاطب رفع تعارض کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ
بن مبارک نے اوس حدیث کے سب طرق کے تضعیف کی حالانکہ یہہ درحقیقت ثبوت تعارض کی دلیل ہے اسلئے کہ کل طرق
کی تضعیف کی مقابلہ مین بعض طرق کی تحسین مین تعارض ہے اسلئے کہ ایجاب جزئی نقیض ہوتا ہے سلب کلی کے
اور یہہ جو کہا کہ اگر ترمذی کی سند غیر سند عبد اللہ بن مبارک ہوتی تو خود ترمذی بیان کر دیتے یہہ شبہ طلبیہ
بیان ملازمت کا محتاج ہے **قولہ صہ** اگر مصنف یون بیان کرتا تو بہتر تہا کہ حدیث ضعیف تعدد
طرق کے سبب حسن ہو جاتی ہے **اقول** اسکی یہہ معنی ہوی کہ اس حدیث کو ضعیف مان لیا جاتا اور اسکی
طرق کا ضعف تسلیم کر لیا جاتا حالانکہ واقع اسکے خلاف ہے اسلئے کہ یہہ حدیث بتصریح ابن حزم و ابن دقیق
العید و بدلالت کلام ابوداود صحیح ہے اور رواۃ اسکے ایسے ثقات ہین کہ جنکی سند حدیث کی صحت کو مستلزم ہے
قولہ صہ او سوقت ہم یہہ جواب دیتے کہ ترمذی کے پاس مراد حسن سے حسن لغیرہ ہوا اور حال راویون کا مستور
تہا اور تعدد طرق کی سبب اسکو حسن کہدیا اور عبد اللہ بن مبارک کو اون سب راویون کا حال معلوم تہا تو
اسلئے اوسپر عدم ثبوت کا حکم کیا **اقول** یہہ کلام ساقط ہے اسلئے کہ ترمذی نے جس سند سے یہہ روایت
بیان کی ہے اسکے رواۃ کا حال تمام جہان کو بخوبی معلوم ہے تخریج زیلعی مین لکہا ہے حدیث آخر اخرجه
ابوداود والترمذی عن وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال
عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا اول مرة ثم لا یعود قال
الترمذی حدیث حسن انتہی واخرجه النسائی عن ابن المبارک قال الشیخ تقی الدین فی الامام وعاصم بن کلیب
اخرج له مسلم وعبد الرحمن بن الاسود ایضاً اخرج له مسلم وعلقمة فلا یسأل عنه للاتفاق علی الاحتجاج به انتہی اور
وکیع اور سفیان کی توثیق محتاج بیان نہین **قولہ صہ** عبد اللہ بن مبارک اس روایت پر جرح کرتے ہین اور ترمذی
اوسکی تعدیل تو اس صورت مین جرح مقدم ہوگی تعدیل پر اور جمہور اہل حدیث کے پاس یہی قول صحیح ہے **اقول**
اولا تو ہم عبد اللہ بن مبارک کے قول کو جرح ہونا تسلیم نہین کرتے کما بینا۔ ثانیا بفرض تسلیم ہم یہہ کہتے ہین
جرح تعدیل پر بوجہ زیادت علم جارح کے مقدم ہوتی ہے مگر خاص اس حدیث مین معاملہ اسکے عکس ہے اسلئے
کہ ترمذی نے بعد علم بلکہ ذکر جرح کے اس حدیث کی تحسین کی لہذا جو دلیل تقدیم جرح کی تہی وہ خاص اس حدیث مین
جاری نہین ہوتی بلکہ وہی دلیل مثبت اس امر کی ہے کہ یہان تعدیل جرح پر مقدم ہو اسلئے کہ معدل جرح پر واقف
ہے بلکہ اسکو بیان کرتا ہے اور پہر اس حدیث کی تحسین کرتا ہے لہذا زیادت علم معدل کی ثابت ہے **قولہ صہ**
یہان یہہ نہین کہہ سکتے کہ یہہ جرح غیر مبین ہے پہر کیونکر وہ مقدم ہو سکیگی اسلئے کہ جرح عبد اللہ بن مبارک

کی حکم میں مبین کی ہے ائمہ حدیث نے سبب جرح بیان کر دیا ہے چنانچہ بیان اسکا تحقیق رواۃ حدیث ابن
مسعود میں آئیگا سوا اس کے ترمذی کی تعدیل بھی مبین نہیں ہے جرح مجمل تعدیل مجمل پر مقدم ہے **اقول** اولا یہ کہ
جرح عبد اللہ بن مبارک کی مبہم ہے اور سبب اسکا مذکور نہیں اور جرح مبہم بغیر ذکر سبب کے مقبول نہیں ہوتی ابن الصلاح
نے لکھا ہے التعدیل مقبول من غیر ذکر سببہ علی المذہب الصحیح واما الجرح فلا یقبل الا مفسرا مبین السبب لان
الناس یختلفون فی ما یجرح وما لا یجرح وذکر الخطیب انہ مذہب الائمہ من حفاظ الحدیث ونقادہ
مثل البخاری ومسلم وغیرہما ولذلک احتج البخاری بجماعۃ سبق من غیرہ الجرح فیہم کعکرمۃ مولی ابن عباس وکاسمعیل
ابن ابی اویس وعاصم بن علی وعمرو بن مرزوق وغیرہم واحتج مسلم بسوید بن سعید وجماعۃ اشتہر الطعن فیہم وہکذا
فعل ابو داود السجستانی انتہی اور زین الدین عراقی نے شرح الفیہ میں چار قول ذکر کئے - قول اول یہ کہ تعدیل
مبہم مقبول ہے اور جرح مبہم غیر مقبول ہے اور اوسکی نسبت لکھا ہو الصحیح المشہور انتہی - اور یہ بھی لکھا القول الاول
ہو الذی نص الشافعی علیہ قال الخطیب ہو الصواب عندنا وقال ابن الصلاح انہ الصحیح المشہور وحکی الخطیب
انہ ذہب الائمہ من حفاظ الحدیث ونقادہ مثل البخاری ومسلم وغیرہما الی ان الجرح لا یقبل الا مفسرا قال
ابن الصلاح وہذا ظاہر مقرر فی الفقہ واصولہ انتہی اور شیخ الاسلام زکریا القاری نے فتح الباقی شرح الفیہ
العراقی میں نسبت قول اول کے لکھا قال ابن الصلاح انہ ظاہر مقرر فی الفقہ واصولہ وقال الخطیب انہ الصواب عندنا انتہی
اور سخاوی نے فتح المغیث میں نسبت قول اول لکھا ہے ہذا قول بالتفصیل ہو الذی علیہ الائمہ حفاظ الحدیث ونقادہ
کالبخاری ومسلم شیخی الصحیح وغیرہما من الحفاظ مع اہل النظر کالشافعی فقد نص علیہ قال ابن الصلاح انہ ظاہر
مقرر فی الفقہ واصولہ وقال الخطیب انہ الصواب عندنا انتہی اور نووی نے تقریب میں بھی لکھا ہے کہ تعدیل مبہم مقبول
ہے جرح مبہم مقبول نہیں اور ابن جماعہ نے بھی اپنے مختصر میں اسکو صحیح کہا ہے اور فاضل اکرم سندی نے
امعان النظر میں لکھا ہے اکثر الحفاظ علی قبول التعدیل بلا ذکر السبب وعدم قبول الجرح الا بذکر السبب انتہی اور ابن
دقیق العید نے شرح المام باحادیث الاحکام میں لکھا ہے بعد ان یوثق الراوی من جہۃ المزکین قد یکون الجرح
فیہ مبہما غیر مفسر ومقتضی قواعد الاصول عند اہلہ انہ لا یقبل الجرح الا مفسرا انتہی اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے
لا یقبل الجرح الا مفسرا مبین السبب انتہی اور منار الاصول اور اسکی شرح فتح الغفار تالیف ابن نجیم میں ہے
الطعن المبہم من ائمہ الحدیث بان یقول ہذا الحدیث غیر ثابت او منکر او مجروح او متروک الحدیث او غیر العدل لا یجرح
الراوی فلا یقبل الا اذا وقع مفسرا بما ہو جرح متفق علیہ انتہی - اور ابن ملک کی شرح منار میں ہے قال بعض العلماء
الطعن المبہم یکون جرحا لان التعدیل مطلقا مقبول فکذا الجرح قلنا اسباب التعدیل غیر منضبطۃ والجرح لیس کذلک انتہی

اور تحقیق شرح حسامی میں ہی ان طعن طعنا مبهما لا یقبل کما لا یقبل فی الشهادة وکذا اذا کان مفسرا بما مجتهد فیه وکذا
اذا کان مفسرا یوجب الجرح بالاتفاق ولکن الطاعن معروف بالتعصب او متهم به انتهی۔ پس ان تصریحات سے بخوبی
ظاہر ہو گیا کہ جرح مبہم مقبول نہیں ہوتی اسیواسطے شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے کتاب امام میں اسی حدیث
ابن مسعود کے نسبت لکہا ہی وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارک لا یمنع من النظر فیه وهو یدور علی عاصم بن کلیب
وقد وثقه ابن معین انتهی **ثانیاً** یہہ کہ مسئلہ تقدیم جرح علی التعدیل میں مذہب محقق یہی ہی کہ جرح تعدیل پر
اوسیوقت مقدم ہوتی ہے جب اسکا سبب اسکے ساتھہ مذکور ہو ورنہ تعدیل مقدم ہوتی ہے اسلئے کہ جرح
بغیر بیان سبب کے مقبول ہی نہیں ہوتی۔ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں عاب عایبون مسلما بروایته فی صحیحه
عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الذين ليسوا من الطبقة الاولى ولا عيب عليه في ذلك جوابه من اوجه ذکرها ابن الصلاح احدها ان یکون ذلک فی ضعیف
عند غیره ثقة عنده ولا یقال الجرح مقدم علی التعدیل لان ذلک فیما اذا کان الجرح ثابتا مفسر السبب والا فلا
یقبل الجرح اذا لم یکن کذا انتهی اور جناب مخاطب نے جو یہہ عبارت نقل کی ہے کہ اذا اجتمع فی شخص جرح وتعدیل
فالجرح مقدم انتهی اس عبارت میں جرح سے جرح مفسر مراد ہی چنانچہ یہی فقرہ تقریب نووی میں بہی مذکور ہے
اور سیوطی نے تدریب الراوی اسکی شرح میں مفسر کی قید لگائی ہے حیث قال واذا اجتمع فیه ای الراوی
جرح مفسر وتعدیل فالجرح مقدم انتهی اور جناب مخاطب نے یہہ جو لکھا کہ ایمہ حدیث نے سبب جرح بیان کیا ہے
بیان اسکا تحقیق رواۃ حدیث ابن مسعود میں آویگا راقم الحروف کی رای میں اس وعدہ کا ایفا نہیں ہوا اسلئے کہ
آیندہ جو کچھ آپنے کلام کیا ہے وہ صرف اوس سند مختص ہے جو امام ابو حنیفہ نے ذکر کی تہی ترمذی اور ابو
داؤد اور نسائی میں جو اس حدیث کی سند ہے اوس سے آپنے کہیں بحث نہیں کی۔ پہر جناب مخاطب نے یہہ جو لکہا
کہ تعدیل ترمذی کی بہی مبین نہیں پس جرح مجمل تعدیل مجمل پر مقدم ہی یہہ قول تحقیق کے خلاف ہے اسلئے کہ
تعدیل مبہم مقبول ہوتی ہی اور جرح مبہم مقبول ہی نہیں ہوتی پس تعدیل مبہم کے معارض بہی نہوگی مقدم ہوسکیگا
تو کیا ذکر **قولہ ص** ترمذی کے حسن اور صحیح کہنے میں لوگ متامل ہی ہیں چنانچہ محلی میں لکھا ہے
لا تغتر بتحسین الترمذی فعند المحاققة غالبها ضعاف اور زاد المعاد میں بہی ترمذی کو باب تصحیح میں متساہل کہا ہے
اور یہی کانی نہیں ہی ترمذی کے تصحیح پر اعتراض کیا ہی اور ابن حزم کی تصحیح بہی باقی جرح عبد اللہ بن مبارک نہیں
مبسر جرح و تصحیح ابن حزم کیونکر مقبول ہوگی اور اگر ابن حزم کی سند غیر سند عبد اللہ بن مبارک ہی تو اسکا
بیان واجب تہا اور ابن حزم بہی تصحیح میں متساہل ہی چنانچہ انہوں نے مسجد بیسے سرا تہانے کے وقت
رفع یدین کی حدیث کو صحیح کہدیا ہی اور محمد فاخر الہ آبادی نے اوس حدیث سے انکار کیا ہی اور ابن حزم کی

تصحیح کی تغلیط کی ہے اسیطرح اور ایک حدیث کو ابن حزم نے موضوع کہا ہے اور صاحب فتح البیان نے
تعقب سے اوسکے اسنادمین تعلیل نقل کی ہے انتہی ملخصاً **اقول** ترمذی اور ابن حزم سے اگر بعض احادیث
کی تحسین اور تصحیح مین مسامحت ہوئی تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اب انکی کسی تحسین اور تصحیح کا اعتبار
نرہے اور اس باب مین وہ دونون محض ساقط الاعتبار ہوجائین وہ کون شخص ہے جو خطا سے معصوم ہے
صرف اون دونون پر کیا موقوف ہے اکثر ائمہ فن سے اس قسم کے مسامحات واقع ہوجاتے ہین لیکن یہ قاعدہ ہے کہ
اسبات پر غور کرنا چاہیے کہ انکی تحسین اور تصحیح کو کسی جرح مبہم سے رفع کیا جاتا ہے یا جرح مفسر سے اگر جرح مبہم سے رفع کیا جاتا ہے تو وہ محض
بے سود ہے اسلیے کہ وہ مقبول ہی نہین اور جرح مفسر اس حدیث پر جناب مخاطب نے کوئی ذکر نہین کی بالفرض اگر جرح مفسر ہوتی تب بھی بغیر
تحقیق کے ترمذی اور ابن حزم کی تحسین اور تصحیح غیر معتبر نہوجاتی بلکہ دلیل پر غور کیا جاتا اور یہ دیکھا جاتا کہ اوس جرح کی نفی ہوسکتی
ہے یا نہین بغیر اسکے انکی تحسین اور تصحیح مین کچھ کلام نہین ہوسکتا - ثانیاً یہ کہ اوس حدیث کی **تصحیح** اون دونو
کے سوا ابو داؤد کے کلام سے بھی پائی جاتی ہے اور ابن دقیق العید نے بھی اسکی تصحیح کی ہے ثالثاً یہ کہ
حسن بلکہ صحیح کے شرایط سب اسمین موجود ہین اور سجدے سے سر اٹھانیکے وقت رفع یدین کی حدیثین تو نسائی
اور ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کتب صحاح ستہ مین مذکور ہین اور ابن حزم کی تصحیح پر جو محمد فاخر الہ آبادی کا
اعتراض نقل کیا یہ دو وجہ سے مقبول نہین اولاً یہ کہ جرح مبہم ہے - ثانیاً یہ کہ محمد فاخر اس فن کے ائمہ مین سے
نہین ہین شرح نخبہ مین لکھا ہے یقبل التزکیۃ من عارف باسبابہا لا من غیر عارف وینبغی ان لا یقبل الجرح
والتعدیل الا من عدل متیقظ انتہی - اور امعان النظر مین ہے اما التقیید بکون الجارح
عارفا بالاسباب فظاہر ان من تکلم بلا معرفۃ لا عبرۃ بہ وکذا قال تاج السبکی انہ لا یقدر بل والا جرح
الا من العالم انتہی **قولہ ص۸** اگر بالفرض تصحیح ابن حزم کی مسلم بھی ہو تو مانعین رفع کے لیے حجت نہین
ہوسکتی اسلیے کہ ابن حزم قائلین رفع مین سے ہین انتہی ملخصاً **اقول** صاحب ہدیہ نے ابن
حزم کے قول سے استدلال صرف اثبات تصحیح حدیث ابن مسعود پر کیا ہے نہ عدم
رفع کے مثبت ہونے پر **قولہ ص۸** وہ جو کہا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری
مین لکھا ہے وصححہ بعض المحدثین - جواب اسکا یہ ہے کہ شاید مراد بعض
محدثین سے وہی ابن حزم ہو اگر غیر ہو تو بھی اسکا وہی جواب ہے جو ابن حزم کے قول کا گذرا **اقول**
ابن حزم کے سوا ابو داؤد اور تقی الدین ابن دقیق العید کے کلام سے اس حدیث کی تصحیح پائی جاتی ہے
پھر ایک ابن حزم کی مراد ہونے کی کیا وجہ ہے اور ابن حزم کے قول کا آپنے یہ جواب دیا ہے کہ انکی تصحیح کا اعتبار نہین

فيه رحمه الله تعالى واجيب عنه افتراء شنيع فمثل مثله في ضلالة قدره يتجو عن ذلك ولا حاجة الى ذكر
تلك المفتريات ودفعها وانما الاهتمام في الجواب عما قال فيه اهل الحديث المعتمدون فنقول ما قال كل من نبذه
علم من الكتاب والسنة ولما فتشنا اقوالهم وجدنا بعضهم من غير مقلدة مذهبه كالجزري جدا جنه عنه بجرحه حنفانية
ارطا يشي لاجلو كما سننقل عنه بعض كلماته فيها ووجدنا بعضهم القوادية بجرح غير مفسر كالنسائي قال
في كتاب الضعفاء والنعمان بن ثابت ابو حنيفة ليس بالقوي في الحديث انتهى وهو تجريح من المرتبة الثالثة
من المراتب الاربعة ومبهم غير مفسر في سبب عدم القوة فما لم يبين ذلك حتى ينظر فيه لم يعتبر فتشنا عنه في
كلام من يوثق به فوجدنا الامام الاكبر قبلة المحدثين محمد بن اسمعيل البخاري يذكره في كتاب الضعفاء له فقلنا هو الحكم العدل فيما
يقول وبابانته نفسه كلام كل من لم يبين في سبب جرحه ثم نقتصر في الجواب بجوابه يتم الجواب للكل فاذا هو يقول النعمان
بن ثابت ابو حنيفة الكوفي روى عنه عباد بن العوام وابن المبارك وهشيم ووكيع ومسلم بن خالد وابو معاوية والمقرى
كان مرجيا سكتوا عن رأيه وحديثه انتهى كلامه واذا هو ليس فيه ما يوجب الاختلال في احواله من فسق او ما دونه
دون ذلك او سوء حفظ او قلة ضبط او نكارة فلم اقل فيه شيئا يفيد ذلك بل الحصر على امر علمي ورأي يبدو للعالم
في العقايد ظنه ابو عبد الله بدعة على خلاف ما عليه اهل السنة والجماعة وما صرح بانه كان مبتدعا بل ذكر لفظا فهم من معناه
ما يوجب تركه فهم من سكت عن رأيه وحديثه على ما اخبر عنهم فالجواب عن ذلك لا يتم الا اذا افرز معنى المرجئة
وفهم محاملها وهو منحصر في الوجهين احدهما انه مشتق من الارجاء وهو التاخير والامهال ومنه ارجه واخاه اي امهله
واخره قالوا لقبوا به لانهم يرجئون العمل عن النية اي يوخرونه عنها وعن الاعتقاد وثانيهما انه مشتق من الرجاء فانهم
يقولون لا يضر مع الايمان معصية كما لا ينفع مع الكفر طاعة فهم يعطون الرجاء وعلى هذا ينبغي ان لا يهمز لفظ المرجية
كذا قال عضد الملة في المواقف وهذا المذهب بكلا المعنيين يشتبه بمذهب اهل الحق من علماء اهل السنة والجماعة فالطبقة
استيناعليها لا يكاد يتنبه للتمييز بين المذهبين الا النحرير في دقايق الكلام فضلا عن مشايخ اهل الظواهر فالمهتم بهما
بيان ذلك هو ان قولهم في تحرير المعنى الاول يوخرون العمل في الرتبة عن النية وعن الاعتقاد وهو الظاهر من الالفاظ كان
ذلك بعينه مذهب اهل الحق من جميع اهل السنة والجماعة حتى المحدثين وخالفهم في ذلك المعتزلة القايلون بدخول العمل
في الايمان كما سنبينه ان شاء الله تعالى وان فسر بانه يوخر عنه من حيث انه لا حاجة اليه مع الايمان اصلا وهو خلاف
ظاهر لفظ التاخير كان مذهب الفرقة المشهورة بالمرجئة وقولهم في تحرير المعنى الثانية يقولون لا يضر مع الايمان معصية
ان كان معناه ان المعصية مع الايمان لا يوجب دخول النار حتى ان شاء الله عفا وان شاء عذب بقدر الذنوب
ليس كالكفر فيه فلا يبقى ضرره ولا يخلد وان وقع يدخل ما لا فذنبه حالا وهو غير ظاهر اللفظ لكان يوبده القرينة

وجہ قولہم کما لا ینفع مع الکفر طاعۃ فان عدم نفع الطاعۃ مع الکفر بمعنی عدم النجاۃ عن العذاب المؤبد لا مطلقا
علی ما ہو مختار المحققین فاعلم ان ابا حنیفۃ فی امامۃ اہل السنۃ لما قاہر المعتزلۃ وباہرہم بالبرہان والزمہم بالحق
وقال ان العمل مرجی مؤخر فی الرتبۃ عن الایمان وان العصاۃ من المؤمنین مرجون لامر اللہ اما ان یعذبہم واما ان یتوب
علیہم وان المعاصی لا تضر بالایمان علی ما عرفت من معناہ نادوا علیہ بالارجاء کما قال السید فی شرح المواقف ان المعتزلۃ
بالعدل کانوا یلقبون من خالفہم فی القدر بالارجاء ولما لم یتیقظ لہذا الفرق مع التعبیر الواحد فی اللفظ وشدۃ الشبہ
فی المعنی اہل الاعتزال مع تمارسہم المعقول کیف یتیقظ لذلک اہل الحدیث من اہل الظواہر الذین ذاقوا طعم الظاہر
من الاحادیث ولم یمارسوا دقیق القیاس ولم یمارسوا الفنون الحقیقیۃ وعلی ہذا الحال لما سمعوا قول ابی حنیفۃ فی المعانی کقول المرجئۃ
وسمعوا المعتزلۃ یسمونہ بالمرجی ومع ہذا سمعوا الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی من المرجئۃ یحکی القول بما ذہب الیہ من الارجاء
الی ابی حنیفۃ اخذوا بجہلہ وعدم التمییز المذکور کالمعتزلۃ اذ کما قال فی شرح المواقف ہو افتراء علیہ قصد بہ غسان ترویج مذہبہ
بموافقۃ رجل کبیر مشہور انتہی علموا یقینا انہ کان مرجیا وقالوا فیہ ما قالوا مع انہ لا یخفی علی احد ان القول بان العمل
لا حاجۃ الیہ اصلا وان المعصیۃ لا تضر العبد مطلقا کیف یاتی ممن تواتر منہ الورع البلیغ والجد الجہد فی العمل مبنی علی
التحیر این اثر ہذا القول مع بطلانہ وخلافہ الکتاب والسنۃ الی مثل ابی حنیفۃ جبل من جبال اللہ الشوامخ فی غزارۃ
علوم المنقول والعقل ممن مثل الامام البخاری لکن الاقدار قد سبقت لیس لہا من النفاذ من راد فرضینا بقضاء اللہ
وقدرہ والحق احق ان یتبع واما قولہ سکتوا عن رایہ وحدیثہ فانت قد سمعت منہ عدۃ من کبار السلف
مثل ابن المبارک وہشیم ووکیع وغیرہم من الآخذین من حدیثہ وعد غیرہم کثیرین من العلماء والآخذین منہ واما
اخذ الرای عنہ فقد طار الآفاق علی ما لا یحتاج الی نقلہ انتہی کلامہ ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور عینی فی حاشیہ ہدایہ میں
لکھا ہے سئل یحیی بن معین عن ابی حنیفۃ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعفہ ہذا شعبۃ ابن الحجاج یکتب الیہ ان
یحدث ویامرہ شعبۃ وشعبۃ ہو وقال ایضا کان ابو حنیفۃ ثقۃ من اہل الصدق ولم یتہم بالکذب وکان مامونا علی
دین اللہ صدوقا فی الحدیث واثنی علیہ جماعۃ من ائمۃ الکبار مثل عبد اللہ بن المبارک وسفیان بن عیینۃ والاعمش
وسفیان الثوری وعبد الرزاق وحماد بن زید ووکیع وکان یفتی برایہ الائمۃ الثلثۃ مالک والشافعی واحمد
وآخرون کثیرون فقد ظہر لنا من تحامل الدارقطنی علیہ وتعصبہ الفاسد فمن این لہ تضعیف ابی حنیفۃ وہو ای الدار
قطنی مستحق للتضعیف وقد روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وغریبۃ وموضوعۃ ولقد
صدق القائل فی قولہ ؎ اذا لم ینالوا شاوہ ووقارہ فالقوم اعداء لہ وخصوم + وفی المثل السائر البحر
لا یکدرہ وقوع الذباب ولا ینجسہ ولوغ الکلاب انتہی **قولہ ص ۱۹** مرہ موطا میں بعد نقل کرنے حدیث ابن مسعود کے

ومن الرافعة ابوحاتم والبخاري انتهى پس جب جناب مخاطب ترمذی اور ابن حزم کو متساہلین مین شمار کرتے اور اسوجہ سے
تعدیل مین انکا قول قبول نہین کرتے تو باب جرح مین دین کا قول ہمپر کیون پیش کرتے ہین آنچہ بر خود نپسندی
بر دیگران ہم مپسند - تخریج زیلعی مین کتاب الامام سے شیخ تقی الدین کا ایک طویل قول اس حدیث کے بحث مین نقل
کیا ہی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ جارحین مین سے بعض نے وکیع کا وہم بتلایا ہی بعض نے سفیان کا اور اسکے خاتمہ پر وہ لکھتے
ہین وہذا اختلاف یودی الی طرح القولین والرجوع الی صحة الحديث لوروده عن الثقات انتہی - غرض خلاصہ ہمارے
جواب کا یہہ ہے کہ اس حدیث کے جو جارحین ہین اون ہین سے اکثر کی جرح مبہم ہے اور جرح مبہم مقبول نہین ہوتی جسکی
تفسیر ثابت ہوی ہے وہ درحقیقت جرح نہین اور بعض جارحین متعنت فی الجرح ہین اور تضعیف پر اتفاق کی حکایت
جو نووی سے نقل کی وہ یقینا غلط ہے اسلیے کہ ترمذی اور ابو داود اور ابن حزم اور ابن دقیق العید اس حدیث
کی تحسین اور تصحیح کرتے ہین فاین الاتفاق علی التجریح بل وجب القول بالتصحیح **قولہ صـ۱۸** اگر بالفرض یہہ مانا
کہ یہہ حدیث ثابت بہی ہو ابن عمر کی حدیث کے ساتھ معارض نہین ہو سکتی کیونکہ یہہ حدیث سنن مین ہے اور وہ صحیحین مین
اقول عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ترمذی اور ابو داود اور نسائی وغیرہ مین موجود اور یہہ سب اسکی تحسین اور تصحیح کرتے
ہین اور اوسکی متابعت دیگر روایات سے بہی ہوتی ہے آثار صحابہ بہی اوسکے موید ہین اور صحیحین کی حدیث کے ساتھ اسکی
تطبیق بوجہ احسن ممکن یعنے یہہ دونو خبرین مختلف اوقات کے خبرین سمجہے جاوین رفع کی خبر اول زمانہ پر محمول کیجاوے
اور عدم رفع کی خبر آخر زمانہ پر پس ایسی بعد اس حدیث کو چھوڑ دینا کیونکر جائز ہوگا ورنہ ترک حدیث کا الزام رافعین پر بدرجہ
اولی لازم آویگا قال فی شرح المنیة لا یرجح ما فی الصحیحین او احدہما بما قیل اصح الاحادیث ما اتفقا علیہ ثم ما انفرد بہ البخاری
ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما اشتمل علی شرطہما ثم ما علی شرط البخاری ثم ما علی شرط مسلم فان ذلک تحکم لا یجوز التقلید فیہ لان
الاصحیة انما ہی لاشتمال رواتہما علی الشروط التی اعتبراہا فاذا فرض وجود تلک الشروط فی رواة حدیث لغیرہما فلا یکون
الحکم باصحیة الشروط لیس مما یقطع فیہ بمطابقة الواقع فیجوز کون الواقع خلافہ وقد اخرج مسلم فی کتابہ عن کثیر ممن لم
یسلم عن غوائل الجرح وکذا فی البخاری جماعة تکلم فیہ فدار الامر فی الرواة علی اجتہاد العلماء فی الشروط حتی من اعتبر شرطا
والغاہ الآخر یکون ما رواہ الآخر مما لیس فیہ ذلک الشرط عندہ مکافیا لمعارضة المشتمل علی ذلک الشرط وکذا فیمن ضعف
راویا ووثقہ الآخر نعم تسکن نفس غیر المجتہد ومن لم یختبر امر الراوی بنفسہ یمیل الی ما اجتمع علیہ الاکثر اما المجتہد فی اعتبار الشرط
وعدمہ والذی اختبر الراوی فلا یرجع الا الی رای نفسہ انتہی - **قولہ صـ۱۹** بلکہ بقول نووی جو احادیث کہ صحیحین
مین ہین اونپر عمل کرنا واجب معلوم ہوتا ہی **اقول** نووی نے یہہ تو نہین لکہا کہ صحیحین کے سوا اور کتابون کی جو حدیثین ہین بعد
ثبوت صحت کے اونپر عمل کرنا واجب نہین ....

قولہ صـ۲ جایز ہے کہ عبد اللہ بن مسعود مسئلہ
رفع یدین کو فراموش کر گئے ہوں کہ انہوں نے بعض امور دینیہ اتفاقیہ کو فراموش کیا ہے **اقول** جناب مخاطب
گستاخی معاف صحابہ پر جرح کرنا تو نہایت عجیب ہے حضرت عمر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز قرآن
کی ایک آیت بھول گئے تھے تو کیا اب اونکی کوئی حدیث معتبر نہوگی - عدم رفع کی روایت جناب مخاطب کے نزدیک ایسی
جرح قرار پائی ہے کہ ترمذی اور ابن حزم اسکی وجہ سے ساقط الاعتبار ہوگئے اور یہ بھی جناب مخاطب تصریح کر چکے کہ انکے
علاوہ جسنے اس حدیث کی توثیق کی وہ ساقط الاعتبار رہے اب یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ اس خطا کی وجہ سے صحابہ کو
بھی مورد جرح بنا دیا اب ہم دعا مانگتے ہین کہ خدا کرے اس سلسلہ کی آیندہ اور ترقی نہو اسلیئے کہ عدم رفع کا ثبوت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے **قولہ صـ۲** حدیث ابن عمر حدیث ابن مسعود پر مقدم ہے اسلئے
کہ وہ اثبات ہے اور یہ نفی اور اثبات نفی پر مقدم ہے **اقول** یہ حکم مطلقاً ممنوع ہے بلکہ یہ حکم خاص اوسوقت
ہے کہ جب نفی کا استناد کسی دلیل کے طرف نہو اور مانحن فیہ مین رویت بعض صحابہ اوسکی دلیل موجود ہے عینی
نے حاشیہ ہدایہ مین لکھا ہے ولا نسلم تقدیم خبر المثبت علی النافی مطلقا واذا کان خبر النفی عن دلیل یوجب العلم یتساویا
فیتحقق المعارضة بینهما ثم یجب طلب المخلص فان کان خبر النافی لا عن دلیل یوجب العلم یتقدم خبر المثبت انتهی -
قولہ صـ۲ حدیث ابن مسعود حدیث ابن عمر کے ساتھ بجمیع وجوہ برابر ہو تو بھی ہمارے مقصود کے مفید نہین خصم
کے کیونکہ ہم رفع یدین کو سنت جانتے ہین نہ واجب اور سنت کو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک
فرمایا ہے بلکہ سنت موکدہ کو بھی تا وجوب لازم نہ آوے **اقول** یہان تو آپ بطور تنزل اور بفرض تسلیم حدیث ابن
مسعود کے ثبوت پر گفتگو کرتے ہین اور اس سے پہلے آپ تو وجوہ اس حدیث کے ضعف کی بیان کر چکے اور بہت سے محدثین
سے اوسکی تضعیف نقل کر چکے اور نہایت اہتمام سے اس بات کا اظہار کر چکے کہ آپ کی تحقیق کی بموجب حدیث ابن
مسعود کسی طرح مقبول ہونے کی لایق نہین اور نہایت ضعیف اور واہی ہے اور سوا اسکے اور جتنے عدم رفع کی حدیثین ہین
انکا حال آپکے نزدیک اس سے بھی بدتر ہے بلکہ عدم رفع کی روایت آپکے نزدیک ایک جرم قرار پا چکی جو کوئی اسکی روایت
کرے وہ خود ساقط الاعتبار ہے یہانتک کہ اوسکی وجہ سے صحابہ تک آپنے جرح کی نوبت پہونچا دی اور یہ امر بھی آپکو
مسلم ہے کہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فعل پر دلیل وجوب ہوتی ہے چنانچہ اس موقع پر بھی آپنے اسکی تصریح
کی اور آخر کتاب مین اس امر کو بڑے شد ومد سے بیان کیا ہے اب ہم آپ سے پوچھتے ہین کہ یہان جو آپنے رفع یدین کے
سنت ہونے اور واجب نہونے کی تصریح کی اس سے ظاہر ہے کہ آپکے نزدیک مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفع
یدین پر ثابت نہین بلکہ عدم رفع بھی ثابت ہے اسلیئے کہ اگر عدم رفع احیاناً ثابت نہوتا تو رفع واجب ہو جاتا اب آپکو

جاتا رہا یعنی عبد اللہ بن مسعود کی روایت قبول کرنا ترک ہوگی اور صحیح دینے والا سارا اہتمام جو آپنے اس حدیث کی تضعیف میں کیا تہا برباد ہو جائیگا اور پہر ہم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود کی حدیث کو قبول کرنا بہی آپ کو مفید نہوگا اسلئے کہ وہ حدیث سنن کی ہے اور آپکے نزدیک صحیحین کی حدیثوں کے مقابلہ میں سنن کی حدیث معتبر نہیں پس ضرور ہے کہ عدم رفع کی کوئی حدیث آپ صحیحین میں تجویز کریں اور پہر ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض صحیحین میں بہی کوئی حدیث عدم رفع کی ہوتی تو آپکے نزدیک مقابلہ احادیث رفع کے مقبول نہوتی اسلئے کہ آپ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے پس اب غور طلب ہے کہ وہ کونسی صورت ہے جس سے آپ رفع یدین کے سنت ہونیکے قایل ہوئے اور جواب تحقیقی ہمارے طرف سے یہہ ہے کہ اگرچہ صرف عدم رفع کی خبر رفع یدین منسوخ فیہ کے ترک کے واسطے کافی نہیں لیکن یہہ حکم بانضمام دیگر قرائن کے ثابت ہوتا ہے جسکی تفصیل آیندہ مذکور ہوگی **ہدیۃ الراغبین** اور براء بن عازب کی روایت جسکی طرف تعلیقا ترمذی نے بہی اشارہ کیا ہے چنانچہ اوسکی عبارت ہم اول ذکر کر چکے اس روایت کو ابو داود نے اول اس سند سے ذکر کیا۔ حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود انتہی اس سند سے اس روایت کو ذکر کرکے ابو داود نے یہہ کہا ہے کہ حدثنا عبد اللہ بن محمد الزہری نا سفیان عن یزید نحو حدیث شریک لم یقل ثم لا یعود قال سفیان قال لنا بالکوفۃ بعد ثم لا یعود قال ابو داود روی ہذا الحدیث ہشیم وخالد وابن ادریس عن یزید لم یذکروا ثم لا یعود انتہی۔ اسکے بعد ابو داود نے اس حدیث کو ایک اور سند سے ذکر کیا اور وہ یہہ ہے۔ حدثنا حسین بن عبد الرحمن انا وکیع عن ابن وکیع عن ابی لیلی عن اخیہ عیسی عن الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعہما حتی انصرف انتہی۔ پہر اوس روایت کے ذکر کے بعد ابو داود نے یہہ لکہدیا کہ ہذا الحدیث لیس بصحیح۔ ابو داود نے اس روایت کے عدم صحت کا حکم صرف اون علتوں کی بناپر کیا جن کا وہ اول ذکر کر چکا ہے مگر درحقیقت وہ علتیں صحت حدیث میں قادح نہیں اسلئے کہ ممکن ہے کہ یزید نے کبہی یہہ حدیث پوری نقل کی کبہی اسکا صرف ایک جز وقت بقدر ضرورت نقل کیا اور یہہ صورت اکثر احادیث صحیحہ میں واقع ہوتی ہے شریک اس روایت میں متفرد نہیں بلکہ اوس کے ساتھ ایک جماعت نے اوس کی روایت کی ہے اور یہہ قول بہی صحیح نہیں کہ ہشیم نے اوسکی روایت نہیں کی چنانچہ ابن عدی نے کامل میں لکہا ہے رواہ ہشیم وشریک وجماعۃ معہما عن یزید باسنادہ وقالوا فیہ لم یعد انتہی علاوہ اسکے دارقطنی نے بہی اسطرح بروایت اسمعیل بن زکریا اور بیہقی نے خلافیات میں بروایت نضر بن شمیل عن اسرائیل بن یونس بن ابی اسحق یزید سے روایت کی ہے اور اوسمیں لفظ رفع یدیہ حذو اذنیہ ثم لم یعد موجود ہے اور طبرانی نے بہی

اوسط مین حدیث حفص بن عمر بروایت حمزة الزیات اسیطرح روایت کی ہے لیس بالکل وہم ہوئیں وہ علتیں
جو ابوداود نے ذکر کین نہیں اور یزید راوی خود ثقہ ہے چنانچہ ابن معین نے کہا۔ الثقات مین لکہا ہے
قال احمد بن صالح یزید ثقة ولایعجبنی قول من تکلم فیه واخرج حدیثه ابن خزیمة فی صحیحه وقال الساجی صدوق وکذا
قال ابن حبان واخرج مسلم حدیثه فی صحیحه واستشهد به البخاری انتہی۔ اور وہ جو دارقطنی کی ایک روایت ثم لم یعد
لفظ کی نسبت لا اعتقاد اوس سے منقول ہے یہ بہی ہمکو مضر نہین اسلئے کہ بہت اول اوس نے اوس لفظ
کی روایت کی چنانچہ جماعت کثیر نے اوس سے یہ لفظ نقل کیا کہا ذکر نا پہر ممکن ہے کہ آخر زمانہ مین بسبب کبرسن
اور ضعف حواس کے اس لفظ کو بہول گیا لیکن نسیان مستلزم عدم صحت منسی کا نہین ہوسکتا علاوہ اسکے
یزید بہی اس روایت مین منفرد نہین بلکہ عیسی بن عبدالرحمن بہی ابن لیلی سے اسکی روایت کی ہے چنانچہ طحاوی
نے اسکی تخریج کی ہے قال فی ہدایة المالکین صـ ۲۲ جب اس روایت مین یزید متفرد ہی تو
باوجود ضعف حواس ونسیان کے جو مستلزم کمی وزیادتی ہر دو کا ہی کیونکر وہ لفظ صحیح مانا جاویگا اسی لئے
اہل حدیث نے اس لفظ کو ضعیف وغیر صحیح کہا چنانچہ خود ابوداود نے نیچے اس حدیث کے لکہا ہی هذا الحدیث
لیس بصحیح اقول یہ حدیث بمتابعت روایت عبداللہ بن مسعود ذکر کی گئی ہے اور متابع مین سوء حفظ
مضر نہین ہوتی فتح المغیث مین بحث مراسیل مین لکہا ہی ان الضعیف الذی ضعفه من جهة قلة
حفظ راویه وکثرة غلطه لامن جهة اتهامه بالکذب اذا روی مثله بسند آخر نظیره فی الروایة ارتقی الی درجة
الحسن لانه یزول ح ما یخاف من سوء حفظ الراوی ویعتضد کل منهما بالآخر انتہی اور ابوداود نے
جو عدم صحت کا حکم کیا تو یہ بہی اسکے موضوع ہونیکو مستلزم نہین ملا علی قاری نے کتاب الموضوعات
مین لکہا ہی لایلزم من عدم الصحة وجود الوضع انتہی اور دوسرے مقام پر لکہا ہے لایلزم من عدم صحته ثبوت وضعه
انتہی بلکہ عدم صحت کا حکم اوس کے حسن ہونیکی بہی منافی نہین چنانچہ ملا علی قاری نے اوسی کتاب مین
حدیث من طاف بهذا البیت اسبوعا کے لکہا ہے مع ان قول السخاوی لایصح لاینافی الضعیف والحسن انتہی
اور نور الدین علی سمہودی نے جواہر العقدین فی فضل الشرفین مین لکہا ہی قلت لایلزم من قول احمد فی حدیث
التوسعة علی العیال یوم عاشوراء لایصح ان یکون باطلا فقد یکون غیر صحیح وہو صالح للاحتجاج به اذ الحسن رتبة
بین الصحیح والضعیف انتہی تو اس صورت مین اگرچہ اس حدیث کو صحیح نہین کہہ سکتے مگر حسن
کہنے کا کوئی مانع نہین اسلئے کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت صحیح اور عباد بن زبیر کی روایت اور اسکے
سوا بہت سی روایتین اور آثار صحابہ اسکے موید ہین اور اسیواسطے ترمذی نے [illegible]

ذکر کیا اور اگر یہہ روایت بالکل اعتبار کے لایق نہوتی تو ترمذی اسکا ذکر کیوں کرتا ... اور ابن المدینی اور احمد
اور دارقطنی اور بخاری کی جرح جو نقل کی وہ جرح مبہم ہے اور اگر اسی تفسیر پر محمول ہوگی تو اسی جواب سے
دفع ہو جاویگی - **قولہ صـ ۲۳** پہلا پوری حدیث بیان کرکے اصل مطلب کا لفظ ترک کر دینا جسکو نہایت
ضرورت ہے کب جایز ہو سکتا ہے بلکہ یہہ خیانت در روایت ہے اور ناجایز ہے **اقول** بخاری اور مسلم کی مکررات
کو اگر آپ غور کرینگے تو اکثر ایسا پاوینگے کہ ایک راوی سے جو روایت مختلف طرق سے مروی ہے اسکے الفاظ
کم و بیش ہوتے ہین - اور اگر ایسا نہو تو زیادت راوی ثقہ کے قبول ہونیکا جو محدثین نے قاعدہ مقرر کیا ہے وہ
بھی غلط ہو جاویگا اسلیے کہ جب ایک راوی نے کچھہ زیادت کی تو ظاہر ہوا کہ باقی روایت کی راویون نے اوس مین
کمی کر دی تھی - **قولہ صـ ۲۴** خود دارقطنی اور ابن القطان نے لفظ ثم لا یعود کو نہ مانا جیسے کہ عینی شرح موطا مین
ہے قال ابن القطان ہو عندی صحیح الا قولہ ثم لا یعود فقد قالوا ان وکیعا کان یقولہ من قبل نفسہ وکذا قال الدارقطنی
انہ صحیح الا ہذہ اللفظ **اقول** اس روایت پر جو جرح کرنیوالے ہین اون مین باہم کسقدر اضطراب اور اختلاف ہے
پہلے ساری آفت یزید پر تھی اور ثم لا یعود کے لفظ کا اوسیکے سوء حفظ پر الزام تھا اب اسکا دامن
چھوڑ کر وکیع کے طرف متوجہ ہوئے حالانکہ وکیع کی نسبت تقریب مین لکھا ہے ثقہ حافظ ابوداود نے
براء بن عازب کی روایت تین طریقون سے ذکر کی ہے ان تینون طریقون مین سے پہلے دو طریقون مین
یزید ہی وکیع نہین اور تیسرے طریق مین وکیع ہی یزید نہین پس اگر علت یزید سے تھی تو وہ دفع ہوگئی تیسرے
طریق کے متابعت سے اور اگر علت وکیع سے تھی تو وہ زایل ہوگئی پہلے دو طریقون کی معاضدت سے اور جارحین
ایسے مضطرب ہین کہ کوئی وکیع پر الزام لگاتا ہے کوئی یزید پر حالانکہ وکیع کا طریق جواب ہے یزید کی جرح
کا اور یزید کا طریق جواب ہے وکیع کے جرح کا اسکے علاوہ عیسی بن عبد الرحمن نے بھی وکیع کی متابعت کی
ہے پس اب اس روایت پر کوئی جرح باقی نہین اور ابوداود کے لیس بصحیح کہنے کا جواب ہم اول دیچکے کہ
یہہ لفظ اسکے حسن ہونیکے منافی نہین علاوہ اسکے جرح مبہم ہے اور وہ مقبول نہین ہوتی **قولہ صـ ۲۶** طحاوی کی
روایت مین جو عیسی اور ابن ابی لیلے مذکور ہین اگر وہ غیر عیسی اور غیر ابن ابی لیلی ہین جنسے ابوداود نے روایت کی
ہے تو ذکر کرنا پوری روایت کا اور صحت اس روایت کی مصنف پر واجب ہے **اقول** ظاہر ہونا اوس عیسی
کا جو طحاوی کی روایت مین ہے اوس عیسی سے جو ابوداود کی روایت مین ہے ظاہر ہے اسلیے کہ طحاوی کی
روایت مین عیسی ابن ابی لیلی سے روایت کرتا ہے اور ابوداود کی روایت مین حکم سے عینی نے شرح ہدایہ
مین لکھا ہے فان قلت یزید ضعیف وقد تفرد بہ قلت لا نسلم ذلک لان عیسی بن عبد الرحمن رواہ

ایضاً عن ابن ابی لیلی فکذلک اخرجہ الطحاوی اشارہ الی ان یزید قد توبع فی ہذا انتہی **ہدیۃ الراضین** اور طبرانی نے روایت کی ہے بسندہ عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن المقسم عن ابن عباس عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ وفی استقبال الکعبۃ وعلی الصفا والمروۃ وبعرفات وبجمع وفی المقامین وعند الجمرتین انتہی اس حدیث کو بخاری نے بھی ادب مفرد میں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف مین روایت کیا ہی اور بزار نے بھی ابن عمر سے اسکی روایت کی ہے مگر اوس مین ترفع الایدی فی سبع مواطن ہی اس روایت مین یہ کلام کیا جاتا ہی کہ رفع یدین تکبیرات عیدین اور قنوت کا اس مین ذکر نہین سو اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ مشروعیت انکی بعد ورود اس روایت کی ہوئی ہو **ہدیۃ المانعین** حدیث لا ترفع کی مرفوع نہین بلکہ موقوف ہی ابن عباس پر الخ **اقول** صاحب ہدیہ نے اسکے مرفوع ہونے کی سند متصل نقل کر دی اوسپر آپنے کوئی جرح کی ہوتی اور اوس پر جرح کرنا اور صرف بعضی ایسے شخصونکا قول نقل کرنا جو حفاظ حدیث سے نہین کیا مفید ہوگا اب ہم تفصیل اسکے سند کو متعدد طرق سے نقل کرتے ہین تخریج زیلعی مین لکھا ہی ......

قال الطبرانی فی معجمہ حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ ثنا محمد بن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰۃ وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروۃ وحین یقف مع الناس عشیۃ عرفۃ وبجمع والمقامین حین یرمی الجمرۃ انتہی۔ حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن النسائی ثنا عمرو بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء الیدین والقدمین والرکبتین والجبہۃ ورفع الایدی اذا رایت البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفۃ وعند رمی الجمار واذا اقمت للصلوٰۃ انتہی اور جناب مخاطب نے جو یہ ثابت کیا ہی کہ مشروعیت حج کی ہجرت سے چھٹے سال مین ہوئی تھی اور مشروعیت نماز عید کی دوسرے سال ہین ہو گئی تھی سو اسکا جواب یہ ہی کہ مشروعیت نماز عید کی سال دوم مین کچھ مفید نہین رفع یدین عند تکبیرات العیدین کا سال دوم مین مشروع ہونا ثابت کرین ودونہ خرط القتاد اور یہ جو آپنے احتمال نکالا کہ ممکن ہی کہ اس سے پہلے ہو سو اسکا جواب یہ ہے کہ جب دونو احتمال پیدا ہو گئے تو اب دونو قولون سے رفع یدین کے اس حدیث پر نقض وارد نہین ہوتا اور یہ جو آپنے فرمایا کہ اسیطرح رفع یدین عند الرکوع وغیرہ بھی ممکن ہی کہ اسکے بعد مشروع ہوا ہو تو ہم کہتے ہین کہ جب اس رفع یدین مین بھی دونو احتمال پیدا ہو گئے تو اب اس رفع یدین کو ثابت نہین کر سکتے کیونکہ یہ احتمال باقی رہیگا کہ شاید یہ رفع یدین کا حکم اول کا ہو اور ابن عباس کی صحبت بعد کی ہو **ہدیۃ الراضین** اور مسلم نے روایت کی ہے عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ انتہی - اس حدیث مین یون
گفتگو کیجاتی ہے کہ اس روایت مین نہی اوس رفع یدین کی ہے کہ آخر صلوۃ مین صحابہ سلام کے وقت ہاتہ اٹہا اٹہا کر ایک
دوسرے کیطرف اشارہ کیا کرتے تھے چنانچہ مسلم نے اس روایت کی متصل جو دوسری حدیث نقل کی ہے اسمین اس مضمون کی
تصریح موجود ہے اور وہ یہ ہے عن جابر بن سمرۃ قال کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم
ورحمۃ اللہ واشار بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما تومون بایدیکم کانہا اذناب خیل
شمس انما یکفی احدکم ان یضع یدیہ علی فخذیہ ثم یسلم علی اخیہ عن یمینہ وشمالہ انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ ان
دونون روایتون مین صرف اسقدر مناسبت ہے کہ دونون روایتین جابر سے ہین اور دونو روایتون کے متن مین
کو اذناب خیل شمس یعنے شوخ گھوڑون کے دُمون سے تشبیہ دی گئی ہے صرف اتنی مناسبت اس امر کو مستلزم
نہین کہ مورد بہی ان دونو روایتون کا ایک ہی ہو بلکہ کئی وجوہ مثبت اس امر کے ہین کہ ان دونون روایتون
کے موارد مختلف ہین پہلی روایت مین فی الصلوۃ کا لفظ مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مورد اسکا داخل
صلوۃ ہے اور دوسری روایت مین سلام کا ذکر ہے اور وہ خارج صلوۃ ہے پہلی روایت مین امر بالسکون ہے
دوسری روایت مین اسکا ذکر نہین اور ظاہر ہے کہ امر بالسکون اثنای صلوۃ مین مناسب ہے نہ اوس فعل مین جو
خارج صلوۃ ہو اور ذکر کرنا مسلم کا ان دونون روایتون کو ایک باب مین کچہہ ہمپر حجت ہو نہین سکتا پس
ثابت ہوا کہ مورد اس حدیث کا وہی رفع یدین ہوگا جو داخل صلوۃ ہے **ہدایۃ المبالغین صہ ۳۱**
دوسری روایت مین بہی رفع الایدی کی معنی کی تصریح ہو چکی چنانچہ کہا علی ما تومون بایدیکم **اقول** رفع الایدی
کے لفظ سے متبادر یہی رفع یدین ہے جس مین ہماری بحث ہے اور تومون کے لفظ سے یہ متبادر نہین **قولہ صہ ۳۱**
اور وہ جو کہا کہ پہلی روایت مین فی الصلوۃ کا لفظ ہے اور دوسری روایت مین سلام کا لفظ ہے اور وہ
خارج صلوۃ ہے جواب اسکا یہ کہ دوسری روایت کا مورد بہی داخل صلوۃ ہے کیونکہ سلام متمم صلوۃ اور جزو آخر
اوسکا ہے اور جزو کسی شئی کا داخل شئی ہے نہ خارج شئی اسی لئے صحابہ کرام نے ہاتہ اٹہانے کے وقت کو عین صلوۃ شمار کیا ہے
اقول سلام کے ساتہ جو اور ہاتہ پاؤن کی حرکت کیجاوے سو ہرگز صادق نہین آتا کہ وہ فعل داخل صلوۃ ہے پس سلام بالغرض اگر جزو آخر صلوۃ
تو ایسا جزو ہے کہ اوسکے ساتہ جو فعل واقع ہو وہ داخل صلوۃ نہین ہوتا اسیوجہ سے اگر سلام کے ساتہ کوئی فعل منافی صلوۃ واقع ہو تو نماز
فاسد نہین ہوتی اور اگر وہ فعل داخل صلوۃ ہوتا تو نماز فاسد ہوجاتی اور صحابہ کے قول مین اذا صلینا سے مراد اذا فرغنا من الصلوۃ ہے
جیسے نسائی کی حدیث مین ہے صلی الظہر حین کان فی الان مثلہ ای فرغ من الصلوۃ **قولہ صہ ۳۱** وہ جو کہا کہ پہلی روایت مین
امر بالسکون ہے دوسری روایت مین اسکا ذکر نہین جواب اسکا یہ ہے کہ دوسری روایت مین بہی امر بالسکون ہے

اذا اسلم احدکم فلیلتفت الی صاحبه ولا یومی بیده - اور منع کرنا ہاتھ کے اشارہ کو فی الحقیقت امر بالسکون ہے

اقول حرکت منحصر ہاتھ کے اشارہ میں نہیں اور التفات اپنے صاحب کی طرف کو بھی عین حرکت ہے پس ایک حرکت سے منع کرنا اور دوسری حرکت کا حکم کرنا امر بالسکون کیونکر ہو سکتا ہے پس ظاہر ہے کہ مورد ان دونو حدیثوں کا مختلف ہے **قولہ صفحہ ۳۱** پھر رفع یدین کیون اسکا مورد ہو سکے بلکہ حنفیہ کا رفع یدین بھی جو مین نماز وتر کی تیسری رکعت مین وقت قنوت کیا کرتے ہین داخل ہو سکتا ہے **اقول** اسکا جواب وہی ہے جو تیسری روایت کے بحث مین گذر چکا **قولہ صفحہ ۳۲** اب اپنے قیاس کے بطلان پر اقوال ائمہ حدیث سنئے

اقول آپ خود صفحہ ۲۱ الیس پر تصریح کر چکے ہین کہ کسیکی فہم حجت ہو نہیں سکتی اور اگر باینہمہ ابھی تک آپ کو بوجہ تقلید سے باہر نہیں ہوئے تو ہم بھی اپنے قول کے موافق اور ونکا قول نقل کئے دیتے ہین قال الحافظ الزیلعی فی التخریج انہما حدیثان لا یفسر احدہما بالآخر کما جاء فی لفظ الحدیث الاول دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا الناس رافعی ایدیہم فی الصلوٰۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ والذی رفع یدیہ حال التسلیم لا یقال لہ اسکن فی الصلوٰۃ انما یقال ذلک لمن یرفع یدیہ فی اثناء الصلوٰۃ وہو حالۃ الرکوع والسجود ونحو ذلک ہذا ہو الظاہر والراوی روی ہذا فی وقت کما شاہدہ وروی الآخر فی وقت کما شاہدہ ولیس فی ذلک بعد واللہ اعلم انتہی بخاری کی عبارت جو آپنے نقل کی اوس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قدیم سے فقہا اس حدیث سے نسخ رفع یدین پر استدلال کرتے ہین جسکے رد مین بخاری نے یہ قول لکھا ہے **ہدیۃ الرافعین** اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی ہے عن محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیہم الا عند استفتاح الصلوٰۃ —

ہدیۃ المبالغین صفحہ ۳۳ ملا علی قاری نے کتاب موضوعات مین بعض ائمہ سے نقل کیا ہے ومنہا احادیث المنع عن رفع الیدین فی الصلوٰۃ عند الرکوع والرفع منہ کلہا کذب باطلۃ لا یصح منہا شئی کحدیث ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ الخ قال ابن المبارک قد ثبت حدیث سالم ولم یثبت حدیث ابن مسعود کحدیث الآخر صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا الا عند افتتاح الصلوٰۃ وہو منقطع لا یصح

اقول عبداللہ بن مسعود کی روایت کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اسکا جواب تو ہم دیچکے حاجت اعادہ کی نہین اور دارقطنی کی روایت کو جو منقطع کہا اسکی پوری سند ہدیۃ الرافعین مین لکھی ہے اور آپ فرمائے کس مقام سے واسطہ ساقط ہوا ہے اور کونسا راوی ایسے شخص سے روایت کرتا ہے جس سے اسکی ملاقات نہین ہوئی سند متصل موجود ہے منقطع کیون ہے مگر ان روایت کے بعض اور طرق ایسے ہین جن مین احتمال انقطاع

ہی تخریج زیلعی مین لکھا ہی قال البیہقی فی سننہ وکذلک رواہ حماد بن سلمہ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم
عن ابن مسعود مرسلا وہذہ الروایہ اخرجہ البیہقی فی الخلافیات بسندہ عن ابراہیم ان ابن مسعود کان اذا
دخل فی الصلوۃ کبر ورفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یرفع بعد ذلک قال الحاکم وہذا ہو المحفوظ انتہی پس اس روایت کو بعض نے
متصلا روایت کیا ہی اور بعض نے مرسلا علاوہ اسکے یہہ حدیث متابعت مین مذکور ہی اور متابعت مین حدیث مرسل منقطع مقبول ہو جاتی ہے
اب جناب مخاطب ملاحظہ فرماوین کہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت کی کسقدر متابعات اور شواہد موجود
ہین پس اسکی تقویت کس مرتبہ کی ہوگی **قولہ صہ ۳۵** قال ابن القطان ہو عندی صحیح ولا یقول ثم لا یعود
فقد قالوا ان وکیعا کان یقول من قبل نفسہ وکذا قال الدارقطنی انہ صحیح الا ہذا اللفظ ذکرہ الحافظ فی تخریج الہدایہ
اقول یہی عبارت آپ اول بعینہ براء بن عازب کی روایت کی تحت مین نقل کر چکے ہین جہان اسکو عبد اللہ
بن مسعود کی روایت سے متعلق کر دیا یہہ عبارت گویا آپکے نزدیک ایک مغالطہ عامۃ الورود ہی جس حدیث مین
ثم لا یعود کا لفظ ہو اوسی سے آپ یہہ عبارت متعلق کر دیتے ہین - ای میرے مخدوم یہہ معاملہ دین کا ہے
اس مین بڑی احتیاط چاہئے مین بطور طعن کے نہین کہتا اسلئے کہ جانتا ہون کہ سہو وخطا سے کوئی شخص معصوم
نہین ہو سکتا وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء **ہدیۃ الرافعین** یہانتک ہمنے احادیث مرفوعہ کا ذکر
کیا اب چند آثار صحابہ وتابعین کے بہی ذکر کرتے ہین حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے عدم رفع غیر تکبیر تحریمہ
مین دارقطنی اور ابن عدی کی روایت سے جو ابہی ہمنے ذکر کی ثابت ہو چکا اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
عدم رفع مشہور ہی چنانچہ ترمذی اور ابو داود وغیرہ سے نقل کر چکے طحاوی اور بیہقی نے حدیث حسن بن عیاش
سے بسند صحیح روایت کی ہے - عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود قال
ورایت ابراہیم والشعبی یفعلان ذلک انتہی - اور نیز طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے عن ابی بکر
النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا رفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لم یعد انتہی - اور یہہ روایت صحیح ہے
بشرط مسلم اور نیز طحاوی نے حدیث ابن ابی داود کی روایت کی ہے قال انبا احمد بن عبد اللہ بن یونس قال
ثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیر الاول من الصلوۃ
انتہی اور اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے بہی اپنے مصنف مین روایت کیا ہی اوسکے لفظ یہہ ہین ثنا مجاہد قال ما رایت
ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح انتہی اور نیز سنن ابوبکر بن ابی شیبہ مین مذکور ہی عن عبد اللہ بن المبارک
عن الاشعث عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یرفعہما فیما بقی وعن شعبہ عن ابی اسحاق قال کان اصحاب
عبد اللہ واصحاب علی رضی اللہ عنہما لا یرفعون ایدیہم الا فی افتتاح الصلوۃ وقال وکیع ثم لا یعودون وعن ابراہیم

انه كان يقول اذا كبرت فی فاتحة الكتاب فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقی وبغيره عن ابراهيم لا ترفع يديك
الا فی افتتاح الاولی وعن طلحة عن خيثمة كان لا يرفع يديه الا فی بدء الصلوة وعن يحيی بن سعيد عن اسمعيل كان
قيس يرفع يديه اول ما يدخل فی الصلوة ثم لا يرفعهما وعن مسلم الجهنی قال كان ابن ابی ليلی يرفع يديه فی
اول شیء اذا كبر قال عبد الملك ورايت الشعبی وابراهيم واباسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوة
انتهی **ہدایۃ الممانعین ص ۳۷** عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کرنا روایت صحیحہ سے ثابت اور
یہہ روایت معارض اوسکی ہے چنانچہ مسک الختام مین ہی وہمچنین روایت اسود معارض است بروایت
صحیحہ دیگر کہ دران از عمر بن خطاب رفع مروی شدہ واما حدیث محمد بن جابر پس ذکر کردہ است انرا ابن جوزی
در موضوعات ونقل کرد از امام احمد کہ نیست محمد بن جابر چیزے وحدیث نمیکند از وے مگر کسیکہ بدتر است
از وے وگفت در تحقیق کہ قد اثبت فی المدرج حال ہذا الخبر واوضح من ہذا وگفت ابن حبان وعلی ہذا اہل العراق
ومن لم يكن علم الحديث من صناعته ونیز ابن حبان گفتہ ارفع يديك من حديث ابن جابر وگفت ابن تیمیہ کہ این
موضوع است **اقول** جواب معارضہ کا یہہ ہی کہ ابتدا مین رفع یدین کرتے تھے بعد تحقیق اوسکو ترک کردیا اور
اس روایت کی پوری سند یہہ ہی قال الزيلعی فی التخريج روی الطحاوی ثم البيهقی من حديث الحسن بن عياش عن
عبد الملك ابن ابجر عن الزبير بن عدی عن ابراهيم عن الاسود قال رايت عمر بن الخطاب يرفع يديه فی اول تكبيرة
ثم لا يعود ورايت ابراهيم والشعبی يفعلان ذلك قال الطحاوی فهذا عمر لم يكن يرفع يديه ايضا الا فی التكبيرة الاولی
والحديث صحيح فان مداره علی الحسن بن عياش وهو ثقة حجة انتهی - اس سند مین فرمانی محمد بن جابر کہان
ہی پس اما حدیث محمد بن جابر سے آخر تک جو عبارت جناب مخاطب نے نقل کی محض بے محل ہے اس حدیث سے
اوسکو کچھ تعلق نہین درحقیقت یہہ گفتگو اوس روایت مین ہی جو سابق مذکور ہو چکی مگر اوس مین محمد بن جابر
متفرد نہین بلکہ متابع اسکا حماد بن مسلمہ موجود ہے اور ابن جوزی کا تشدد سبکو معلوم ہی اور امام احمد سے جو
نقل کیا کہ نیست محمد بن جابر چیزے یہہ جرح مبہم ہے اور علاوہ اسکے یہہ ترجمہ لفظ ليس بشیء کا ہی اور اوس
لفظ سے کبھی جرح مراد نہین ہوتی بلکہ یہہ مراد ہوتی ہی کہ اس راوی نے تھوڑی حدیثین روایت کی ہین چنانچہ
ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری مین عبد العزیز بن المختار البصری کی ترجمہ مین لکہا ہی ان مراد ابن معين من قوله ليس
بشیء يعنی ان احاديثه قليلة انتهی اور یہہ جو لکہا کہ حدیث نمیکند از وے مگر کسیکہ بدتر است از وے اوسکا جواب
یہہ ہے کہ تخریج زیلعی مین تقی الدین ابن دقیق العید کا یہہ قول نقل کیا ہی قال ابن عدی كان اسحق بن ابی اسرائیل
يفضل محمد بن جابر علی جماعة شيوخ هم افضل منه واوثق وقد روی عنه من الكبار ايوب وابن عون وهشام بن حسان

علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع وزاد ابن عمر فی حدیثہ وکان لا یرفع بین السجدتین قال ابو عیسیٰ ثنا الفضل ابن الصباح البغدادی ثنا سفیان بن عیینۃ ثنا الزہری بہذا الاسناد نحو حدیث ابن عمر قال فی الباب عن عمر وعلی ووائل بن حجر ومالک بن الحویرث وانس وابی ہریرۃ وابی حمید وابی اسید وسہل بن سعد ومحمد بن مسلمۃ وابی قتادہ وابی موسیٰ الاشعری وجابر وعمیر اللیثی قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح وبہذا یقول بعض اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابن عمر وجابر بن عبداللہ وابو ہریرہ وانس وابن عباس وعبداللہ بن الزبیر وغیرہم انتہی اس عبارت پر غور کرنے سے ایک یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ ترمذی نے عبداللہ بن عمر کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہی نہ حضرت علی کی حدیث کو دوسری یہ کہ حضرت علی سے حدیث مرفوع کے مروی ہونے کا ذکر کیا ہی حضرت علی کا مذہب نقل نہیں کیا اور صحابہ میں سے قائلین رفع کے جو نام ذکر کئے ان میں حضرت علی کا ذکر نہیں کیا اور بیان ہماری بحث حضرت علی کے مذہب میں ہے نہ روایت میں **قولہ ص ۳۸** اس روایت میں ابو بکر بن عیاش سیئ الحفظ ہی **اقول** ہم اسکا دوسرا طریقہ نقل کرتے ہیں جس میں ابو بکر بن عیاش نہیں امام محمد کی موطا میں ہے اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال رایت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوٰۃ ولم یرفعہما فیما سوی ذلک اور بعد اسکے اسکا جواب وہی ہے جو ہم حضرت عمر کی روایت میں ذکر کر چکے۔ **قولہ ص ۳۹** صحابہ کے بعد چند پچھلوں میں بعض بزرگوں کا ترک کرنا اسکے سنت ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی **اقول** اگر یہ مراد ہی کہ بالانفراد دلیل نہیں ہو سکتی تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی بعض کے نزدیک ایسے تابعین جنہوں نے صحابہ کے اقوال سے مزاحمت کی ہو انکی تقلید جائز ہے شرح منتخب حسامی میں لکھا ہی ان زاحم التابعی الصحابۃ یجوز تقلیدہ عند بعض مشایخنا انتہی اور اگر یہ مراد ہی کہ بانضمام احادیث مرفوعہ وآثار صحابہ بھی دلیل نہیں ہو سکتی تو ممنوع **ہدیۃ الرافعین** جب ہم اس مسئلہ کا ثبوت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور تابعین سے بخوبی کر چکے تو اب ہم اس امر میں بحث کرتے ہیں کہ روایات عدم رفع کو روایات رفع پر ترجیح ہے بوجوہ عدیدہ اولاً یہ کہ جب ہم کتب صحاح کیطرف توجہ کرتے ہیں تو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور موطا کی حدیثوں میں روایت اس کی عبداللہ بن عمر سے کی گئی ہے اور بڑا ثبوت اس مسئلہ کا انہیں کی روایت پر ہی مگر اس روایت میں کلام ہے دو طور پر اول یہ کہ اس روایت کے رفع اور وقف میں اختلاف ہی سالم اسکو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور نافع موقوفاً اسیوجہ سے امام مالک نے اس روایت کو قبول نہ کیا زرقانی نے موطا کی شرح میں لکھا ہی قال الاصیلی لم یاخذ بہ مالک لان نافعاً وقفہ علی ابن عمر وہو احد الاربع التی اختلف فیہا سالم ونافع ثانیہما من بایع

عبد اولہ مال خمالہ للبایع والثالث الناس کابل مائہ لاتکاد تجد فیہا راحلۃ والرابع فیما سقت السماء والعیون العشر فرفع الاربعۃ سالم ووقفہا نافع انتہی وبہ یعلم تحامل الحافظ فی قولہ لم ار للمالکیۃ دلیلا علی ترکہ ولا متمسکا الا قول ابن القاسم انتہی کلام الزرقانی ثانی یہہ کہ اس روایت کے معنی مین بہی اضطراب ہے ایک روایت مین بخاری نے عبد اللہ بن عمر سے رفع یدین وقت تحریمہ اور رکوع اور رفع راس من الرکوع نقل کیا ہے دوسری روایت ہین سوائے مواضع مذکورہ کے اذا قام من الرکعتین بہی روایت کیا ہے مالک نے موطا مین عبد اللہ عمر سے صرف رفع یدین وقت تحریمہ اور وقت رفع راس من الرکوع روایت کیا ہے وقت رکوع ذکر نہین کیا

ہدایۃ المانعین صفحہ ۴۰ جواب اسکا اولا یہہ کہ الخ خلاصہ تمام کلام طویل کا یہہ ہے کہ رفع اور وقف کا اختلاف در یہہ اضطراب درحقیقت زیادت ثقہ کی ہے جو مقبول ہوتی ہے **اقول** اسکا جواب یہہ ہے کہ جناب مخاطب خود صفحہ تیس ۳۳ پر تصریح کر چکے ہین کہ یہہ کیونکر ممکن ہو کہ کبہی باوجود حفظ اور صحت حواس کے ایسا لفظ جسکے ساتھ حکم شرعی متعلق ہو چہوڑ دین جس سے دین مین ایک اختلاف عظیم پیدا ہو بہلا پوری حدیث بیان کر کے اصل مطلب کا لفظ ترک کرنا جسکی نہایت ضرورت ہی کب جایز ہو سکتا ہے بلکہ یہہ خیانت در روایت ہے اور ناجایز ہے صاحب منہج الاصول نے تحریر مین فرمایا ہے ترک راوی چیزیرا کہ تعلق بمروی دارد لاسیما انچہ تعلقش بمروی بطور لفظ باشد خیانت در روایت ست وفیہ ایضاً اگر خبر چنان ست کہ جز از طریق راوی معلوم نمیشود وحکم شرعی بدان متعلق ست پس اختصارش بر بعض دون بعض جایز نیست واگر حکمے بدان متعلق نبودہ ست وراوی فقیہ ست جایز باشد ورنہ غیر جایز قالہ ابن فورک وابو الحسین بن القطان

ہدیۃ الرافعین ایک روایت صحیحین مین مالک بن الحویرث سے مذکور ہے جسکی عبارت یہہ ہے حدثنا اسحاق الواسطی قال حدثنا خالد بن عبد اللہ عن خالد عن ابی قلابۃ انہ رای مالک بن الحویرث اذا صلی کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع ہکذا انتہی ظاہر سیاق عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدث کا فاعل وہی ہے جو رای کا فاعل ہے اسلئے کہ تحدیث متعلق رویت سے نہین بلکہ سماع سے ہے پس یہہ حدیث بیان کرنیوالے ابو قلابہ ہون گے نہ مالک بن الحویرث اور خود ابو قلابہ نے حضرت کو دیکہا نہین پس یہہ حدیث منقطع ہوگی غایۃ الامر یہہ ہے کہ یہہ احتمال تو اس عبارت مین ہے اور رافع کو صرف اسقدر کافی ہے اور اگر یہہ کہا جاوے کہ مسلم کی دوسری روایت سے یہہ شبہہ رفع ہوجاتا ہے جسکی عبارت یہہ ہے۔ حدثنی ابو کامل الجحدری قال نا ابو عوانۃ عن قتادہ عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا

کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بہما اذنیہ واذا رکع رفع یدیہ حتی یحاذی بہما اذنیہ واذا رفع راسہ من الرکوع
فقال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثل ذلک انتہی سو یہہ روایت بہی معنعن ہے اور مسلم کے نزدیک عنعنہ بین لقا بہی
شرط نہین اور قتادہ اسکے رواۃ مین مدلس ہے قال ابن حجر فی مقدمۃ فتح الباری کان ربما دلس وقال
ابن معین رمی بالقدر انتہی بغرض تسلیم مالک بن الحویرث کی روایت جو بخاری و مسلم مین مذکور ہے وہ ایک
جز ہے پوری روایت کا اور بقیہ اسکا نسائی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے روی النسائی من روایت
سعید ابن عروبہ عن قتادہ عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما انہ رای النبی صلی اللہ علیہ
وسلم رفع یدیہ فی صلوتہ اذا رکع واذا رفع راسہ من رکوعہ واذا سجد واذا رفع راسہ من سجودہ حتی یحاذی
بہما فروع اذنیہ انتہی پس بسبب شامل ہونے رفع یدین وقت سجود اور رفع راس من السجود کے یہہ روایت مخالفین کو
بہی مقبول نہوگی پس باتفاق فریقین استدلال سے ساقط ہوگئی قولہ قتادہ مدلس ہے صحیحین مین ہے محمول ہے اوپر ثبوت
سماع کے دوسری ایک جہت سے (اقول) اس روایت مین وہ جہت سماع آپ بیان فرماتے (قولہ صفحہ ۲)
نسائی کی یہہ روایت جو مالک بن حویرث سے مروی ہے اور جسمین سجدے سے سر اوٹہانے کے وقت
رفع یدین مذکور ہے اوس روایت کا جزو نہین جو بخاری اور مسلم مین مالک بن حویرث سے مذکور ہے جس مین
صرف تین جگہہ یعنے وقت تکبیر افتتاح اور وقت رکوع اور وقت اوٹہانے سر کے رکوع سے محصور ہے اور بین السجدتین
نہین کیونکہ راوی ایک ہی وقت کی نماز کا حال بیان نہین کرتا بلکہ مختلف اوقات کے مختلف حالات
بیان کرتا ہے اگرچہ راوی ایک ہی ہو جیسے فتح الباری مین قول بخاری اوپر گذرا - لانہم لم یحکوا صلوۃ واحدۃ
پس کیونکر ایک حالت کی حدیث دوسرے وقت کی حالت کی حدیث کا جزو ہو سکیگی (اقول) بخاری اور مسلم کے
روایتون کا ایک ہونا تو آپ خود تسلیم کرتے ہین اور جو شبہ بخاری کے روایت مین ہے اسکو مسلم کی روایت
سے رفع کرتے ہین اور وہان قول بخاری کا جو فتح الباری سے نقل کیا ہے جاری نہین کرتے اب ہم کہتے ہین کہ مسلم
اور نسائی دونو کی روایت وہی ہے جو مالک بن الحویرث سے نصر بن عاصم اور اون سے قتادہ نے سنی
اور قتادہ سے وہ حدیث مسلم کو بواسطہ ابو عوانہ پہونچی اور نسائی کو بواسطہ ابن عروبہ پہونچی پس یہہ حدیثین دو
کیونکر ہوگئین ابو عوانہ کے بیان مین واذا سجد واذا رفع راسہ من سجودہ کا جملہ رہگیا ابن عروبہ نے اسکو
بیان کر دیا اور بخاری کے قول سے یہہ نہین ثابت ہوتا کہ ایک نماز کی حالت کہین مختلف طرق سے مروی نہین
(قولہ صفحہ ۱) نسائی کی روایت اگلی حالت کی اور بخاری اور مسلم کی روایت پچہلی حالت کی خبر دیتی ہے
دلیل اسکی یہہ ہے کہ ابن عمر کی روایت ہے ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع راسہ من السجود

اقول) ان دونو روایتون کا ایک ہونا ثابت ہوگیا پہر دو حالتون کی خبر کیونکر ہوسکتی ہے البتہ ابن عمر کی روایت دوسرے حالت کی خبر ہے لیکن یہہ کیونکر معلوم ہوا کہ پہلی حالت کونسی ہے اور دوسری حالت کونسی ممکن ہی کہ عبد اللہ بن عمر نے جسوقت کی حالت عدم فعل رفع عند السجود کی بیان کی ہے وہ پہلی حالت ہو اور مالک بن الحویرث نے جو رفع عند السجود کی خبر دی ہے وہ پچہلی حالت ہو

(ہدیۃ المعین) ابو داؤد کی روایتون مین سے بہت بڑی دلیل ابو حمید ساعدی کی روایت ہے جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ دس صحابہ کی مجلس مین انہون نے اس مضمون کو نقل کیا اور سبنے اسکی تصدیق کی اسکی رواۃ مین سے عبد الحمید بن جعفر ضعیف ہے تقریب مین اسکی نسبت لکہا ہے رمی بالقدر وربما وہم انتہی اور یحیی بن معین سے جو اس فن کے امام ہین اسکی تضعیف منقول ہے - دوسری یہہ کہ محمد بن عمرو بن عطا اوس مجلس مین ابو قتادہ کا شامل ہونا بہی بیان کرتا ہے حالانکہ محمد بن عمرو کی ملاقات ابو قتادہ سے نہین ہوی چنانچہ ابو قتادہ حضرت علی کے لڑائیون مین مقتول ہوے - ہکذا قال الہیثم بن عدی وقال ابن عبد البر ہو الصحیح وقیل توفی بالکوفۃ سنۃ ثمان وثلثین اور محمد بن عمرو کا انتقال زمانہ خلافت یزید بن عبد الملک مین ہوا اور اسکو خلافت سنہ ایکسو چبیس مین ملی تہی اسی سبب سے ابن حزم نے کہا ہے لعلہ وہم یعنی عبد الحمید - تیسری یہہ کہ طحاوی کے روایت سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن عمرو اور ابو حمید ساعدی کے درمیان مین ایک شخص مجہول اور بہی ہے چنانچہ طحاوی کی روایت یہہ ہے حدثنا حسین بن سلیمان ثنا یحیی وسعید بن ابی مریم قالا ثنا عطاف وابن خالد قال حدثنا محمد بن عمرو بن عطا قال حدثنا رجل انہ وجد عشرۃ من اصحاب النبی علیہ السلام الخ یہہ مجہول شخص کا واسطہ ابو داؤد کی روایت سے حذف ہوگیا اور طحاوی کے روایت سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث کی سند مین اضطراب بہی ہے اور انقطاع بہی ہے

(قال فی ہدایۃ المعین صـ۴۸) عبد الحمید اور محمد بن عمرو دونو ثقات سے ہین

(اقول) عبد الحمید کے وہم کی جرح تو تقریب مین مذکور ہے علاوہ اسکے میزان الاعتدال ذہبی مین لکہا ہے قال ابو حاتم لا یحتج بہ قال علی بن المدینی کان یقول بالقدر وکان عندنا ثقۃ وقال کان سفیان یضعفہ انتہی

(قولہ صـ۴۹) وہ جو عبد الحمید کی وجہ تضعیف مین کہا کہ وہ متہم ہوا ہی ساتہ قدر کے اور بعض وقت وہم کیا سو یہہ بات فی الحقیقت دلیل تضعیف نہین ہوسکتی کیونکہ وہ بگواہی ائمہ حدیث ثقات سے ہی اور ثقہ موصوف ہے ساتہ صدق وضبط کے پس باوجود صدق کے متہم ہونا ساتہ قدر اور بعض وقت وہم ہونا راوی کا صحت حدیث مخل نہین ذاتا

(اقول) لفظ ربما کی معنی اگرچہ اصل وضع

مین تقلیل کے ہین مگر وہ حقیقت متروک ہوگئی اور اب استعمال حقیقی بمعنی تکثیر کے ہے اور تقلیل کے معنی مین استعمال
اسکا بوقت قیام قرینہ مجازا ہوتا ہے اور یہان کوئی قرینہ مجاز کا نہین فوایدضیائیہ مین لکہا ہے وہذا الذی ذکر
من التقلیل اصلہا ثم استعمل فی معنی التکثیر کالحقیقۃ و فی التقلیل کالمجاز المحتاج الی القرینۃ انتہی۔ پس ربما وہم کے
معنی کثیرا الاوہام ہین نہ قلیل الوہم پس مخاطب نے جو ربما وہم کا ترجمہ یہہ کیا کہ بعض وقت وہم کیا یہہ ترجمہ
صحیح نہین اور خاص اس حدیث مین تو وہم اسکا ایمہ نقاد نے معلوم کرلیا چنانچہ ابن حزم نے محلی اسی حدیث کے
تحت مین لکہا ہے لعلہ وہم یعنے عبدالحمید۔ علاوہ اسکے ابوحاتم اسکو قابل احتجاج نہین سمجہتے علی
بن المدینی غیر ثقہ کہتے ہین سفیان اوسکو ضعیف کہتے ہین اسکے علاوہ مقدمہ فتح الباری مین عبدالحمید کی نسبت
لکہا ہے وقال النسائی مرۃ لیس بالقوی وقال الساجی انما ضعف من اجل القدر انتہی (قولہ صفحہ ۵۳) محمد بن
عمرو دو ہین ایک وہ جس سے عطاف بن خالد نے روایت کی ہے محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی المدنی
ہے جسکے اوپر ایک شخص مجہول مذکور ہے بلاشک اسنے ملاقات کی ابوقتادہ سے اور نہ قریب تہا اوسکے
دوسرے محمد بن عمرو جس سے عبدالحمید بن جعفر نے روایت کی ہے سو یہہ وہ محمد بن عمرو بن عطا القرشی العامری
ہے جو تابعی ہے شاید یہ طحاوی کے راویون کا وہم ہے جو محمد بن عمرو بن علقمہ کو محمد بن عمرو بن عطا خیال کرلیا ہے
سبب اسکے بعض پہلون پر بہی یہہ وہم طاری ہوا لیکن عندالتحقیق ظاہر ہوچکا کہ وہ محمد بن عمرو جدا ہے اور یہہ جدا
چنانچہ حافظ ابن حجر نے تخلیص مین کہا والتحقیق عندی ان محمد بن عمرو الذی رواہ عطاف بن خالد عنہ ہو محمد بن
عمرو بن علقمۃ بن وقاص اللیثی المدنی وہو لم یلق اباقتادہ ولا قارب ذلک وانما یروی عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن
وغیرہ من کبار التابعین واما محمد بن عمرو الذی رواہ عبدالحمید بن جعفر عنہ فہو محمد بن عمرو بن عطاء القرشی
العامری المدنی تابعی کبیر جزم البخاری بانہ سمع من ابی حمید وغیرہ واخرج الحدیث من طریقہ انتہی (اقول)
ابن حجر کا قول جو محض وہم وقیاس پر مبنی ہے بمقابلہ روایت طحاوی کے کیونکر معتبر ہوگا عطاف ابن خالد
کبار اتباع تابعین سے ہے اور محمد عمرو بن عطا منجملہ تابعین ہے پہر روایت کا مانع کیا ہے اور طحاوی نے محمد بن
عمرو بن عطا کی تصریح کی ہے پہر بوجہ اسکی تغلیط کیونکر ہوسکیگی اور بخاری نے جو یہہ جزم کیا ہے کہ محمد بن عمرو
بن عطا نے ابوحمید سے سنا ہے یہہ مستلزم اس امر کو نہین کہ ابوقتادہ کو بہی اوسنے دیکہا ہو اسلیے کہ
ابوقتادہ کا انتقال ابوحمید سے بہت پہلے ہوا ہے چنانچہ ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ ابوقتادہ حضرت
علی کے لڑائیون مین قتل ہوئے اور ابن عبدالبر نے اوسکی تصحیح کی اور تخریج زیلعی مین طحاوی کا قول
منقول ہے وذکر فی الحدیث انہ حضر اباقتادہ وسنہ لا یحتمل ذلک فان اباقتادہ قتل قبل ذلک

بعہر طویل لانہ قتل مع علی وصلی علیہ علی انتہی۔ اور ابوحمید سنہ ساٹھ تک زندہ تھے اور نیز ابوحمید کے لقا مستلزم اس امر کو نہین کہ یہ روایت بہی محمد بن عمرو بن عطانے ابوحمید سے سنی ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ روایت اسکو ابوحمید سے بواسطہ کسی شخص کے پہونچی ہو اور وقوع اس امر کا عطاف بن خالد کی روایت سے ظاہر ہو گیا اور ثبوت واسطہ کا طحاوی کی روایت سے مختص نہین بلکہ ابن حبان نے بہی اپنے صحیح مین محمد بن عمرو بن عطا کے بعد عباس بن سہل الساعدی کا واسطہ ذکر کیا ہے چنانچہ لفظ اوسکے یہ ہین عیسی بن عبد اللہ عن محمد بن عمرو بن عطا عن عباس بن سہل الساعدی انہ کان فی مجلس فیہ ابوہ و ابوہریرۃ و ابوحمید الساعدی الحدیث اب اس روایت سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ محمد بن عمرو بن عطا کے بعد ایک واسطہ ہے اور محمد بن عمرو بن علقمہ فرض کرنا وہم باطل ہے پس ابن حجر کا قیاس اور بخاری کا جزم ان دونون علتون کو اس روایت سے دفع نہین کرتا پس اس حدیث مین تین علتین ہین ایک یہ کہ عبد الحمید مجروح ہے دوسری یہ کہ محمد بن عمرو بن عطا کی ابوقتادہ سے لقا ثابت نہین تیسری یہ کہ عیسی بن عبد الرحمن اور عطاف بن خالد محمد بن عمرو بن عطا اور ابوحمید کے درمیان مین ایک واسطہ ذکر کرتا ہے اور عبد الحمید اسکو ذکر نہین کرتا (**قولہ صـ ۵۳**) سوا اسکے خود حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین تصحیح اس حدیث ابوداود کی نقل کی ہے چنانچہ فتح الباری مین ہے منہا حدیث ابی حمید الساعدی رحمہ اللہ وحدیث علی اخرجہما ابوداود وصححہما ابن خزیمہ وابن حبان وقال البخاری فی الجزء اد اللہ کو ما زادہ ابن عمر وعلی وابوحمید فی عشرۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم من الرفع عند القیام من الرکعتین صحیح انتہی۔

(**اقول**) بخاری کے قول سے یہ پایا جاتا ہے کہ ابن عمر اور علی اور ابوحمید نے جو رفع عند القیام من الرکعتین کی زیادت کی ہے وہ صحیح ہے پس ظاہر ہے کہ بخاری نے اس زیادت کو صحیح کہا نہ یہ کہ ان تینون روایتون مین سے ہر روایت کو مع جمیع خصوصیات کے صحیح کہا پس جائز ہے کہ صحت کا حکم باعتبار روایت ابن عمر اور علی کے ہو اور ابوحمید کی روایت کا بطور متابعت کے ذکر کیا ہو اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جو تصحیح کی اوسکے مقابلہ مین طحاوی اور ابن حزم اور ابن عبد البر کی یہ جرح کہ محمد بن عمرو کی ملاقات ابوقتادہ سے نہین ہوی اور ابوحاتم اور علی بن مدینی اور سفیان اور نسائی اور ساجی کی یہ جرح کہ عبد الحمید بن جعفر ضعیف ہے موجود ہے اور چونکہ جرح مفسر ہے اسلیئے تعدیل پر مقدم ہوگی اور مخاطب کے نزدیک تو مطلقا جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے (**ہدیۃ الراضعین**) ابوہریرہ سے جو روایت ابوداود مین ہے وہ بہی ضعیف ہے اور اسمین عبد الملک بن عبد العزیز مدلس اور کثیر الارسال ہے اور ابن ماجہ کی روایت مین اسمعیل بن عیاش مجروح ہے قال النسائی ضعیف قال ابن حبان کثیر الخطا فی حدیثہ قال ابن خزیمہ لا یحتج بہ

باقی رہی وائل بن حجر کی روایت جو ابوداؤد مین مروی ہے سو اوس مین بہی یہہ لفظ موجود ہین واذا
رفع راسہ من السجود ایضا رفع یدیہ انتہی اور چونکہ مخالفین کے نزدیک رفع عند السجود مسلم نہین پس یہہ روایت
بہی باتفاق فریقین استدلال سے ساقط ہوگئی (**قال فی ہدایۃ المانعین صفحہ ۵۸**) وائل بن
حجر کی روایت رافعین کے نزدیک ساقط نہوی بلکہ لایق قبول ہے مگر وقت رفع راس سجدے سے
رفع یدین باحادیث صحیحہ متروک ہوچکا جیسا کہ اوپر گذرا پہر روایت ایک فعل متروک پر شامل
ہونے سے دوسرے سب مواضع رفع یدین کا متروک ہوجانا ثابت نہین ہوتا ہے ورنہ رفع یدین تکبیر
تحریمہ کا بہی متروک ہونا لازم آویگا **اقول** مخاطب نے بجای لفظ منسوخ کے متروک کا لفظ اختیار
کیا مگر مآل وہی ہے پس جب نسخ اس حدیث مین جاری ہوا اور یہہ بات کسی دلیل سے معین نہین ہو سکتی
کہ کس کس موضع کے رفع کا نسخ ہوا لہذا بالکل حدیث احتجاج سے ساقط ہوگئی مگر رفع یدین عند التحریمہ
باجماع امت واتفاق روایات منسوخ نہین ہوا اور اسکے سوا اور مواضع مین اختلاف ہے اسلیے انہین
بحث ہے **ہدیۃ الرافعین** تنبیہ یہ کہ اثبات رفع کی حدیثون مین بہی اضطراب ہے ابن ماجہ
نے عمیر بن حبیب سے روایت کی ہے قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ فی الصلوۃ
المکتوبۃ انتہی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ہر تکبیر کے ساتہ رفع یدین کیا کرتے تہے وائل بن
حجر کی روایت جو ابوداؤد مین مذکور ہے اسکی عبارت یہہ ہے فاذا اراد ان یرکع اخرج یدیہ ثم
رفعہما واذا اراد ان یرفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ ثم سجد ووضع وجہہ بین کفیہ واذا رفع راسہ
من السجود ایضا رفع یدیہ حتی فرغ من صلوتہ انتہی ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سواے مواضع ثلثہ
کے سجدہ سے سر اوٹہاتے وقت بہی رفع یدین کرتے تہے اور ایک روایت ابن عمر کی بخاری اور نیز مسلم مین
مذکور ہے جسکے لفظ یہہ ہین ان عبد اللہ بن عمر قال رایت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افتتح التکبیر
فی الصلوۃ فرفع یدیہ حین کبر حتی یجعلہما حذو منکبیہ واذا کبر للرکوع فعل مثلہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ
فعل مثلہ وقال ربنا ولک الحمد ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع راسہ من السجود انتہی اس روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مواضع ثلثہ مین رفع یدین کرتے تہے اور سجدہ مین جاتے وقت اور سجدہ سے سر اوٹہاتے
وقت نکرتے تہے اور طحاوی نے مرفوعا ایک روایت کی ہے بطریقہ نصر بن علی عن عبد الاعلی جسکے لفظ
یہہ ہین کان یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع ورکوع وسجود وقیام وقعود وبین السجدتین انتہی یہہ روایت اسمٰعیلی
نے بہی اپنے مشایخ حفاظ کی ایک جماعت سے روایت نصر بن علی مذکور بلفظ عیاش ذکر کی ہے

اور بخاری نے بہی اسکو موصول کیا ہے اور اسیطرح ابونعیم نے بہی بطریقہ دیگر عبد الاعلی سے اسکو روایت کیا ہے کذا فی فتح الباری اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر جہکنے اور اٹہنے اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان میں رفع یدین کرتے تہے اور عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا عمل تہا پہر نہ تہا اس کثرت اضطراب اور شدت تعارض اور اختلاف کو غور کرنا چاہیے سوائے تکبیر تحریمہ کے اور جتنے مواضع ہین سب مین اختلاف اور تعارض روایات کا موجود پس جس موقع پر تمام روایات کا اتفاق تہا یعنے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اختیار کیا دیگر اختلافی مواضع مین بسبب تعارض کے ساقط کیا گیا مگر حضرات رافعین سے یہ استفسار ہے کہ وہ ان معارض حدیثون پر کیونکر عمل کر سکینگے اور اگر کسی ایک حدیث کو اختیار کرینگے تو باقی احادیث کو کس عذر سے چہوڑ دینگے اور اگر باقی حدیثون کے نسخ کا دعوی کرینگے تو صحیح حدیث متضمن نہی صریح مع ثبوت تاریخ کے پیش کرنا پڑیگی اور اگر صرف اتنی بات سے کہ کسی شخص نے اپنی کتاب مین بلا دلیل اسکو منسوخ لکہدیا یا کسی روایت سے جبر عدم فعل کی ثابت ہوئی منسوخ سمجہ لین گے تو عبد اللہ بن مسعود اور براء بن عازب کی روایت سے تمام رفع کے حدیثون کو منسوخ کیون نہین سمجہتے (ہدایۃ المائلین صہ ۵۸) تفصیل اس امر کی یہہ ہے کہ بین الروایات الخ خلاصہ یہہ ہے کہ درمیان اون احادیث صحیحہ کے جو متمسک رافعین کے ہین اور درمیان اون روایات کے جو متمسک حنفیہ کے ہین تعارض نہین ہوسکتا اسلیئے کہ رفع کی روایتین صحیح ہین اور عدم رفع کی روایتین ضعیف اور ثبوت تعارض کے لئے صحت مین تساوی شرط ہے (**اقول** ہم عدم رفع کی روایتون کی صحت بخوبی ثابت کر چکے اور اب اس گفتگو کا موقع باقی نہین رہا **قولہ صہ ۶۱** اگر بالفرض احادیث عدم رفع کی صحیح بہی مانین تو پہلے ہر دو کے جمع کرنے پر عمل کرنا واجب **اقول** ہمارے راے کے بموجب رفع یدین فی الصلوۃ کی نہی کی حدیث بہی موجود ہے اسلیئے ہمکو جمع کرنے کی ضرورت نہین مگر تمنے رفع الیدین عند رفع الراس من السجود اور رفع الیدین عند کل تکبیر اور رفع الیدین عند کل خفض و رفع و قیام و قعود کو کیون ترک کر دیا اور اون حدیثون کو ان حدیثون کے ساتہ کیون نہ جمع کیا **قال فی ہدایۃ المائلین صہ ۶۳** فتح الباری مین طحاوی کی روایت کو بطریقہ نصر بن اعلی ذکر کرکے کہا وہذہ روایۃ شاذۃ اور وہ روایت جس سے آٹہ جگہ رفع ثابت ہوتا ہے اور وہ روایت جس سے چار جگہ رفع ثابت ہے اون دونون مین یون تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہر تکبیر اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت ابتدا میں رفع یدین کیا تھا پھر اسکو ترک کر دیا اور یہہ فعل صحابہ میں بھی
متروک رہا شایع نہوا اس لئے عبد اللہ بن عمر اوس فعل پر مطلع نہونے سے یا بعد متروک ہو جانے اس فعل کے
عدم رفع کی خبر آنحضرت سے دیتے ہیں پس خبر دینا عبد اللہ بن عمر کا اپنے فرزند کو کہ آنحضرت رفع کرتے
تھے اور سجدے سے اٹھنے کے وقت نہیں کرتے تھے صاف دلالت کرتا ہے کہ یہہ خبر دینا حضرت کے پیچھے زمانہ
تابعین میں واقع ہوا اور آنحضرت کا مداومت کرنا رفع یدین پر مواضع مذکورہ میں اور رفع یدین نکرنا ۔
بین السجدتین وغیرہ میں بر سبیل مداومت تھا اور متروک ہونا اوس فعل کا صحابہ میں اور شایع نہونا بھی
موید ہمارے مقصود کا ہے اور یہہ بڑا قرینہ ہے اوس فعل متروک کے منسوخ ہونے پر **اقول** چونکہ عمیر بن حبیب
کی روایت بھی طحاوی کی روایت کی موید ہے اسلئے یہہ روایت شاذ نہیں ہو سکتی اب ہم اس مسئلہ
کی تحقیق صاحب دراساۃ کے بیان سے نقل کرتے ہیں ۔ واضح ہو کہ صاحب دراساۃ نے اول شیخ
محی الدین ابن عربی کا اس مسئلہ میں ایک کشف نقل کیا ہے اور اوسکے بعد اسکے تائید میں لکھتا ہے ولما
کوشف رضی اللہ تعالی عنہ بالرفع فی کل خفض ورفع فنشیر اجمالا الی ما وقع فیہ الرفع فی السجود من الاحادیث
والحیص بہ الجمع بین الروایات فاقول ورد فیہ حدیث اخرجہ النسائی من حدیث مالک بن الحویرث
واذا سجد واذا رفع راسہ من السجود وورد فیہ حدیث اخرجہ ابو داود عن ابی لہیعہ ولفظہ وحین
یسجد وہو حدیث عبد اللہ بن الزبیر وفی لفظ واذا رفع للسجود فعل مثل ذلک وورد فیہ حدیث
رواہ ابن ماجہ وہو حدیث ابی ہریرہ رض ولفظہ حین یرفع وحین یسجد ولابی داود عن ابی ہریرہ
رض حین یرکع وحین یسجد قال الطحاوی ہذا لا یصح بہ لانہ من روایۃ اسمعیل بن عیاش قال الحافظ
الزیلعی واخرجہ ابو داود عن یحیی بن ایوب عن عبد الملک بن جریج عن الزہری عن ابی بکر بن الحرث
عن ابی ہریرۃ مرفوعا نحوہ وزاد فیہ واذا قام من الرکعتین فعل مثل ذلک قال الشیخ الاجل العمدۃ
تقی الدین رحمہ اللہ فی الامام وہولاء کلہم رجال الصحیحین وقد تابع یحیی بن ایوب علی ہذا المتن عثمان
بن الحکم الجذامی عن ابن جریج وکذا تابعہ صالح بن الاخضر عن ابن جریج رواہ بن ابی حاتم فی عللہ
ایضا لکن ضعف الدارقطنی الاول من المتابعین وابو حاتم الثانی ولہ طریق آخر عند الدارقطنی فی العلل
عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرہ رض انہ کان یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع ویقول انا
اشبہکم صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی ان الدارقطنی مجروح فی ہذہ الاعلال
بتصحیح الامام ابن القطان لحدیث الرفع فی کل خفض ورفع وواقعہ علی ذلک ابن حزم قال العراقی

فی شرح التقریب واخذ آخرون بالاحادیث التی فیہا الرفع فی کل خفض ورفع وصححوہا وبہ قال ابن حزم
الظاہری وقال ان احادیث الرفع فی کل خفض ورفع متواترۃ توجب یقین العلم ونقل ہذا المذہب عن ابن عمر
وابن عباس والحسن البصری وطاؤس وابنہ عبد اللہ ونافع مولی ابن عمر وسالم بن عبد اللہ والقاسم بن محمد وعبد اللہ بن دینار وعطاء
بن ابی رباح وقال بہ ابن المنذر وابو علی الطبری من اصحابنا وہو قول عن مالک والشافعی وحکی ابن خواز منداد
عن مالک روایۃ انہ یرفع فی کل خفض ورفع وفی آخر البویطی یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع وحکی ابن ابی شیبۃ
الرفع بین السجدتین عن انس والحسن وابن سیرین انتہی پہر اس کے بعد صاحب دراسات نے متعدد وجوہ سے
یہہ ثابت کیا ہے کہ یہہ روایتیں ابن عمر کی روایت کی معارض ہیں بلکہ زیادت ہے اور زیادت ثقہ کی مقبول ہوتی
ہے منجملہ وجوہ تطبیق کے یہہ بھی لکھا ہے ویحتمل الجمع بما اشار الیہ الامام تقی الدین بقولہ ویثبت اتحاد الوقتین
بان نقول حدیث الشیخین محمول علی وقت لم یرفع فیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدیہ الکریمتین فی السجود
مطلقا لا حین الخفض ولا حین الرفع رواہ ابن عمر رض ورفع یدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی وقت آخر ورآہ
فیہ من روی الرفع فی کل خفض ورفع حتی فی خفض السجود ورفعہ وربما رفع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حین یرفع
من السجود فقط فروی ذلک من رآہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وربما رفع حین یسجد فقط فروی ذلک من رآہ
ولا تعارض فی شیء منہا ولفظۃ کان فی حدیثہا وکان ذلک لا یفعل فی السجود لا تدل علی الدوام لورودہا
فیما لم یفعل الا مرۃ فی عمرہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما فی حدیث وکان یبول قائما انتہی۔ اس تحقیق سے
بخوبی ظاہر ہوگیا کہ یہہ سب حدیثیں واجب القبول ہیں اور طحاوی کی روایت کو شاذ کہنا صحیح نہیں لا رفعہما
بین السجدتین سے اسکی تطبیق کی صورت بہی معلوم ہوگئی باینہمہ آپنے اون روایات کو ترک کر دیا اور محض
صرف خیالی قرینوں کے اعتماد پر نسخ کے قایل ہو گئے اور جو شرایط نسخ کے ہیں انکا مطلق لحاظ نکیا اور باوجود
آپ کی تحقیق کی بموجب عدم رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبہی ثابت نہیں اور مواظبت رفع کی ثابت
ہے جو آپ کے اقرار کے بموجب مفید وجوب ہے مگر باینہمہ آپ رفع یدین کے وجوب کے قایل ہونے بلکہ
اوسکے مستحب ہونیکا اقرار کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپنے مسلک تقلیدیہ کی پابندی اختیار کی اور تحقیق
کے کوچہ میں قدم نرکہا۔ صاحب ہدیۃ الراغبین کا اوس رسالہ کے لکہنے سے مقصود صرف اسقدر تہا کہ
جو لوگ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور مقامات پر عدم رفع کے قایل ہیں اونپر الزام ترک حدیث کا نہیں وہ مقصود
بخوبی حاصل ہوگیا اور آپ جو اوس رسالہ کے جواب کے مدعی ہوئے آپ پر اونسے بڑہکر الزام ترک حدیث
لگا۔ الفرار من المطر وتقوم تحت المیزاب۔ اب آپ نے جو وجہ ان حدیثون کے ترک کی ذکر کی وہ

نہایت عجیب ہے آپنے یہہ ملاحظہ نفرمایا کہ جو حدیثین سجدہ مین جاتے اور سجدہ سے سر اٹہاتے اور ہر خفض
و رفع کے وقت رفع یدین ثابت کرتے ہین وہ بہی تو اسی قسم کے ہین جو صحابہ نے تابعین سے بعد حضرت
کے بیان کین اور کان یفعل کے صیغہ سے اونکی خبر دی پس اگر لا یرفعہما بین السجدتین سے عدم رفع کی مداومت
آپ ثابت کرتے ہین تو اون حدیثون سے رفع کی مداومت ثابت ہوتی ہے پہر یہہ لکہنا کیونکر صحیح ہوگا
کہ یہہ فعل ابتدا کا تہا پہر اوسکو ترک کر دیا حالانکہ کوئی دلیل اس امر پر آپنے قایم نہین کی کہ ابتدا کا فعل کون
تہا اگر یہہ بہی تسلیم کر لین کہ یہہ فعل ابتدا کا تہا پہر ترک کر دیا تو مشروعیت اسکی ثابت ہوگئی اور اس بات پر
کوئی دلیل نہین کہ یہہ ترک کرنا بطور نسخ کے تہا بطور جواز نہ تہا اور جو آپنے لکہا کہ صحابہ سے یہہ فعل متروک ہو گیا
تہا یہہ بہی صحیح نہین عبد اللہ بن زبیر کا سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا اور عبد اللہ بن عباس کا اسکو صلوٰۃ
رسول اللہ بتانا ابوداؤد کی روایت سے ثابت ہی اور نیز ابوداؤد کی دوسری روایت سے یہہ فعل
طاوس اور عبد اللہ بن عباس سے ثابت اور عراقی کی تحقیق جو صاحب دراسات نے نقل کی اوس سے
رفع یدین کل خفض و رفع ابن عمر اور ابن عباس اور حسن بصری اور طاوس وغیرہ سے ثابت اور ابن ابی شیبہ
نے انس اور حسن اور ابن سیرین سے اسکی حکایت کی بالفرض صحابہ سے متروک تہا بہی تو فہم صحابہ حدیث
مرفوع کی ناسخ نہین ہو سکتی - پس آپ پر اختیار تقلید اور ترک حدیث کا پورا پورا الزام ہی اور یہہ جو لکہا کہ
چونکہ اس رفع کے منع پر نص صریح نہین اسلئے ایک جماعت شافعیہ اور بعض اہل حدیث نے اوسکو بہی اختیار
کیا ہی آپنے اس مذہب کو بصیغہ تمریض نقل کیا اور بعض کا مذہب بتایا اور خود اختیار کیا اور جس مذہب کو
جمہور کیطرف منسوب کیا اسکی تائید مین آپ نے صاف کہا کہ متروک ہونا اس فعل کا صحابہ مین اور شایع
ہونا بہی موید ہمارے مقصود کا ہے پس انکے اختیار کرنے سے آپ پر جو الزام ہے وہ دفع نہین ہوتا علاوہ
اسکے ہمارے بحث صرف اون لوگون سے ہے جو مواضع ثلثہ یا اربعہ مین رفع یدین کرتے ہین اور جب آپ
اوس مذہب کو اختیار کرینگے تب ہم اسکی بنا پر گفتگو کرینگے **ہدیۃ الرافعین** ثالثاً یہہ کہ جب تعارض
ہوا روایات رفع اور عدم رفع مین اور چونکہ عدم رفع متضمن تہا سکون کو اور اثنای صلوٰۃ مین امر بالسکون
وارد ہی لہذا اوسکو ترجیح دی گئی **ہدایۃ المانعین صفحہ ۹۹** جب دعوی تعارض الخ خلاصہ یہہ ہے
کہ روایات رفع اور عدم رفع مین تعارض باطل ہے اور امر بالسکون سے عدم رفع کی ترجیح پر استدلال صحیح
نہین اسلئے کہ نماز مجموعہ افعال ہے اور ابتداے صلوٰۃ ساتہہ تکبیر تحریمہ کے ہی اور امر بالسکون سے
نہی حالت خارج عن الصلوٰۃ کے بجای اور اندرون صلوٰۃ رفع یدین کے نہی نہین ورنہ رفع یدین عیدین اور وتر کی بہی

نہی ہوگی **اقول** روایات رفع اور عدم رفع مین تعارض کا خیال باطل ہوچکا اور امر بالسکون سے
نہی حرکات کی نماز مین ثابت ہوئی پس جو حرکات نماز مین بغیر معارض کے ثابت ہین وہ اس نہی سے
مستثنی رہینگے اور چونکہ رفع یدین عند الرکوع اور عند رفع الراس من الرکوع وغیرہ مین بسبب تعارض کے
شک واقع ہوا لہذا امر بالسکون مرجح عدم رفع سمجھا گیا اور یہہ تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص نماز مین اول
سے آخر تک رفع یدین کیا کرے تو اوسکو تو آپ بہی منع کرین اور اسوقت یہہ دلیل نہین قایم کرینگے
کہ نماز مجموعہ افعال ہے **ہدیۃ الرافعین** رابعًا احادیث رفع مین احتمال نسخ ارجح ہے اور اوسکے چند
قرائن ہین اول یہہ کہ اسی قسم کے اور بہی بعضی افعال ابتدا مین مباح تہے بعد ازان منسوخ ہوئی اسیطرح بعضی
روایات سے عدم رفع ثابت ہوا تو ظن غالب ہوتا ہے کہ منجملہ اون اقوال منسوخہ کے شاید یہہ رفع یدین بہی
ہو دوسری یہہ کہ احادیث رفع کے بعض رواۃ نے بہی اس فعل کو ترک کر دیا تہا چنانچہ ہم عبد اللہ بن عمر اور حضرت
علی وغیرہ سے نقل کر چکے اور سوائے اون کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور اصحاب عبد اللہ
اور اصحاب علی سے بہی عدم رفع منقول اور یہہ عدم رفع اختیار جواز پر بہی محمول نہین ہوسکتا اسلیئے کہ وہ
لوگ اداے سنن اور مستحبات پر ایسے راغب تہے کہ بلا ضرورت کبہی اوسکو ترک نہین کرتے تہے اور عدم
رفع کی کوئی ضرورت سمجہہ مین نہین آئی پس ظاہر یہی ہے کہ نسخ اوسکا اونکے نزدیک ثابت ہوگیا تہا پس اس صورت
مین اگر بعضی روایتون مین رفع بہی اون سے منقول ہو تو یون تطبیق ہوسکتی ہے کہ وہ اونکے نزدیک نسخ
ثابت ہونے سے قبل کا تہا اور ثبوت عدم رفع کا عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح ہے صرف ابو بکر بن عیاش
کے سوء حافظہ کے جرح کی گئی ہے حالانکہ وہ رواۃ صحیحین سے ہے اور ابن عدی نے کامل مین لکہا ہے کہ
لم اجد له حدیثا منکرا من روایة الثقات انتہی **ہدایۃ المانعین صـ۹۹** عدم رفع کی روایت پر
نظر کر کے الخ خلاصہ یہہ کہ صرف عدم رفع کی خبر ناسخ نہین ہوسکتی ہان اگر عمل رفع صحابہ مین متروک ہوجاتا
تو البتہ یہہ ترک عدم رفع کے خبر کے ساتہہ رفع یدین کے منسوخ ہونے پر قرینہ ہوسکتا تہا جیسے رفع بین السجود وغیرہ
کے منسوخ ہونے پر قرینہ ہے یہان ایسا نہین بلکہ رفع بروایت عبد اللہ بن عمر و ابو حمید ساعدی بر سبیل
مداومت آنحضرت سے ثابت ہے اور بیہقی اور سلیمان اور خطابی کی روایت موید اس مقصود کی ہے بلکہ جو
بات سد باب احتمال نسخ کر دیتی ہے وہ یہہ ہے کہ فما زالت تلک صلوته صلی اللہ علیه وسلم حتی لقی اللہ
اقول صاحب ہدیۃ الرافعین نے مجرد عدم رفع کی روایت کا ذکر نہین کیا بلکہ اوسکی ساتہہ
ذکر کیا تہا کہ اس قسم کے افعال جو ابتدای اسلام مین تہے اکثر منسوخ ہوگئے اور اس امر کو مع

نہین ٹھیرایا تہا بلکہ ایک قرینہ ترجیح قول نسخ کا ٹہرایا تہا اور اس مین شک نہین کہ یہہ امر ایک قرینہ مرجح
قول نسخ کا ہی اور چونکہ بہت سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور دیگر اجلہ محدثین اور ایمہ اربعہ مین
سے دو امام یعنے مالک بروایت ارجح اور امام ابو حنیفہ عدم رفع کے قایل ہین لہذا یہہ قرینہ بانضمام ان
امور کے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور تعجب ہے کہ جناب مخاطب نے بغیر دلیل ناسخ کے صحابہ سے رفع یدین
سجود کے متروک ہونے کو دلیل نسخ کیونکر مانا حالانکہ خود تصریح کر چکے ہین کہ نہم الصحابۃ لیس بحجۃ اور
طرفہ یہہ ہے کہ صحابہ سے اوسکا متروک ہونا ہی صحیح نہین کما مر تحقیقہ اور جب آپ کے نزدیک مداومت
رفع کی ثابت ہے تو آپ وجوب کے قایل کیون نہوی اور بیہقی اور سلیمان اور خطابی کی روایت جو
نقل کی اوسکی پوری سند بیان کیجئے علاوہ اسکے معارض اوسکے روایت عبد اللہ بن مسعود کی ہے
کہ انہون نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغرض تعلیم عدم رفع کی حکایت کی یہہ دلیل اس بات کی ہے
کہ آخر عمر مین فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہی تہا اور عبد اللہ بن مسعود اس روایت مین
درحقیقت حکایت نسخ کی کرتے ہین اور دلیل اوسکی یہہ ہے کہ وہ خود رافعین مین شامل نہین
اور اون سے رفع کبہی نہین ثابت ہوا علی ہذا القیاس اونکی تعلیم بہی یہی تہی چنانچہ اون کے اصحاب مثل علقمہ
وغیرہ اور اونکے اصحاب کے اصحاب مثل ابراہیم نخعی وغیرہ کا بہی یہی مذہب تہا بلکہ عبد اللہ بن مسعود کی
حدیث کی جسقدر رواۃ ہین جیسے عاصم بن کلیب اور سفیان اور وکیع اون سبکا یہی مذہب تہا یہہ بڑی
دلیل اس بات کی ہے یہہ مذہب واسطہ بواسطہ عبد اللہ بن مسعود سے اونکو پہونچا تہا پس ان سب
امور پر غور کرنے سے اسبات کا ظن غالب ہوتا ہی کہ عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تہا
اور چونکہ نسخ اپنی رای سے نہین ہو سکتا پس ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ امر انہون نے
معلوم کیا ہوگا اور اس امر کو یہہ قرینہ اور زیادہ تقویت دیتا ہی کہ اس قسم کے اور بہی بعض افعال ابتدا
مین مشروع تہی پہر منسوخ ہو گئے **قولہ صفحہ** یہہ کیا لازم ہے کہ صحابہ سنن اور مستحبات پہ
راغب رہنے سے کوئی ایک سنت اور مستحب بعض صحابہ سے ہی ترک نہوا ہو حالانکہ بعض صحابہ سے
ترک بعض افضل سنن کا ہوا ہے **اقول** احیانا ترک امر آخر ہی لیکن التزام اور مواظبت ترک
بیشک دلیل اس بات کی ہی کہ یہہ ترک بسبیل اختیار جواز نہتا بلکہ نسخ اونکے نزدیک ثابت ہو گیا تہا
ابن مسعود سے تو رفع مطلق ثابت ہی نہین حضرت علی سے بہی عدم رفع کی مواظبت

ابن ابی شیبہ مین ہے حدثنا وکیع عن ابی بکر ابن عبد اللہ بن قطاف النہشلی عن

عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا فتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود انتہی اور اونکے اصحاب کا بہی
یہی معمول تہا اور ظاہر ہے کہ اونکے اصحاب مین معمول ہوجانا بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ وہ عدم رفع کے
قائلین مین سے تہے عبد اللہ ابن عمر کو رفع پر ایسا تشدد تہا کہ تارک کے کنکریان مارتے تہے پہر انہون
نے ترک کیا بلکہ اون سے صریح مداومت اوس ترک کی مروی ہے چنانچہ مجاہد کی روایت جو مصنف
ابن ابی شیبہ مین مذکور ہے اوسکے لفظ یہ ہین ما رایت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح انتہی
تو ظاہر ہے کہ اوس قول سے رجوع کیا اور نسخ کے قایل ہوگئے **قولہ صلـ۲ـ** اس روایت کے صحت
مین کلام ہے چنانچہ فتح الباری مین طحاوی کی روایت ذکر کرکے کہا واجیب بالطعن فی اسنادہ
لان ابابکر بن عیاش راویہ ساء حفظہ باخرہ وبما یدل علی ضعفہ ما رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین
عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کان اذا رای رجلا لا یرفع یدیہ اذا کبر واذا رفع رماہ بالحصباء
انتہی **اقول** جب ہمنے ابن عمر سے عدم رفع کی روایت کا دوسرا طریقہ موطای امام محمد سے
نقل کردیا پہر ابوبکر بن عیاش کی نسبت جو گفتگو تہی وہ ختم ہوگئی **ع** جتنے ستم قدیم تہے
بی لطف ہو گئے ہمکو اب فکر تازہ ای ستم ایجاد کیجئے ہمکو اور بخاری نے جو ابن عمر سے تارک
رفع پر کنکریان مارنے کی روایت ذکر کی ہے اوس سے ابن عمر کے عدم رفع کی روایت کی تضعیف
نہین ہوتی اسلئے کہ کنکریان مارنا اوسوقت تک ہوگا جب تک نسخ اونکے نزدیک نہ ثابت
ہوا ہوگا اور جب اونکو نسخ کی خبر ملگئی تو عدم رفع اختیار کیا پس یہ دونو روایتین مختلف
اوقات کے ہین مگر اوس سے اتنا مطلب ہمارا ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر تشدد کے رفع کو
ترک کرنا بیشک دلیل ثبوت نسخ اور رجوع عن قول السابق کی ہے **قولہ صلـ۲ـ** ثانیاً یہ کہ
وہ روایت طحاوی کے صحیح بہی مانی جاوے تو ترک بعض اوقات مین واجب نہ جانکر ہوا ہو جیسا کہ اوپر
گذرا **اقول** عبد اللہ ابن عمر کو ابتدا مین ایسا تشدد تہا کہ تارک کے کنکریان مارتے تہے پہر باوجود
اس تشدد کی مداومت ترک رفع یدین کی اونسے ثابت چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ سے جو مجاہد کی روایت
ہم اول نقل کر چکے ہین اوس سے ظاہر ہے کہ مجاہد کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن عمر کو افتتاح صلوٰۃ کے
سوا اور کسی موضع مین رفع یدین کرتے ہوئے نہین دیکھا

اور یہ دلیل اسبات کی ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے رفع یدین
ترک کردیا تہا اور واجب نہ جاننے کی وجہ سے عمدا ترک کرتے تو اور ترک کر

مارتے تھے پس معلوم ہوا کہ انہون نے اپنے قول سابق سے رجوع کیا تھا **قولہ صـ۲ـ** ثالثا یہ کہ عدم رفع ابن عمر کا بعد آنحضرت کے منسوخ جاننے پر اس عمل کے محمول کرین تو سنگریزے مارنا انکا بعد آنحضرت کے کسر بات پر حمل کرینگے **اقول** آنحضرت کے بعد ایکمدت تک وہ رفع کے قایل تھے اور اوسپر ایسا تشدد تھا کہ تارک کے کنکریان مارتے تھے پھر چند روز کے بعد ممکن ہے کہ دیگر صحابہ مثل ابن مسعود وغیرہ سے سنکر نسخ رفع یدین اونکے نزدیک ثابت ہوگیا ہو لہذا انہون نے اس فعل کو ترک کردیا **ہدیۃ الرافعین** حدیث لاترفع الایدی اور جابر بن سمرہ کی روایت مین صریح حکم نہی کا ہے واسطے ثبوت نسخ کے موجود ہے **ہدایۃ المانعین صـ۱۷ـ** لاترفع الایدی کا جواب قول عبدالحق دہلوی سے سابق مین گذرچکا اور جابر بن سمرہ سے استدلال کا قول بخاری سے مبین ہوگیا **اقول** آپ کے نزدیک تو فہم صحابہ بہی حجت نہین اور پہر آپ ہمکو صحابہ تو درکنار بخاری کے قول سے الزام دیتے ہین بہ انصاف سے نہایت بعید ہے ۔ آنچہ برخود نہ پسندی بردیگران ہم مپسند ۔ لہذا ہمارا استدلال ان دونو روایتون سے اوسیطرح باقی ہے اور جو شبہات آپنے ہمارے استدلال پر وارد کئے تہے اونکا ہم بخوبی جواب دیچکے **ہدیۃ الرافعین** اب ہم علی سبیل التنزل کہتے ہین کہ حرف اوزاعی کا ایک شاذ قول رفع یدین کے وجوب کا ہے جو باتفاق ارت مردود ہے باقی تمام قایلین رفع کا اجماع اسکے استحباب پر ہے اور عدم رفع کی مرفوع روایات باسناد صحیح موجود اور آثار صحابہ بہی اونکے موید اور احتمال نسخ پر بہی بہت سے قراین قایم پس ایسی حالت مین ترک اسکا نہایت اسلم اور بوجوہ مذکورہ عقل سلیم اسکو انصاف سمجھتی ہے **ہدایۃ المانعین صـ۲۳ـ** رفع الیدین کے وجوب پر ایکجماعت گئی ہے نہ فقط اوزاعی **اقول** اوزاعی کے ساتھہ البتہ ایک حمیدی بہی شریک ہے اور اون دونو کے سوا جو وجوب کا قایل ہے وہ اسکے ترک سے نماز کو باطل نہین سمجھتا فتح الباری مین لکہا ہے کل من نقل عنہ الایجاب لایبطل الصلوۃ بترکہ الافی روایۃ عن الاوزاعی والحمیدی انتہی پس اگر اوزاعی کے ساتھہ حمیدی بہی مل گیا تو بہی یہ قول شذوذ سے خارج نہین ہوا **قولہ صـ۲۳ـ** اور وجوب رفع پر ممکن ہے کہ اوسکے قایلین آپ کے جواب مین یون کہین کہ وہ جو ترک رفع مین اخبار و آثار وارد ہین سبکے سب ضعاف اور واہی ہین بث رفع باتفاق صحیح اور مداومت رفع یدین کی آنحضرت سے ثابت اور ترک ثابت نہین پس عمل کا رفع یدین پر بغیر ترک کے دلیل روشن ہے اسکے واجب ہونے پر ۔ **اقول** ہماری طرف سے تو جواب سیلئے کہ ہمنے عدم رفع کی روایتون کی صحت ثابت کردی اور ہمارے نزدیک مواظبت رفع یدین علیہ و آلہ وسلم سے ثابت نہین لیکن ہم جناب مجادل سے پوچھتے ہین کہ آپ بہی تو اقرار

ر چکے ہین کہ آپکے نزدیک رفع یدین مستحب ہے پس آپ اس دلیل وجوب کا کیا جواب دیتے ہین جو آپنے محض بے محل
ہمارے مقابلہ مین پیش کی ہے **قولہ صـ۴ـ** کہا علی بن المدینی نے حق علی المسلمین ان یرفعوا ایدیہم بحدیث
الزہری عن سالم عن ابیہ **اقول** اس قول مین کوئی تصریح وجوب کی نہین **قولہ صـ۵ـ** اوزاعی کے دعوی
کو بے دلیل مردود کہدیا خود دعوی اپنا مردود کرلیا ہے **اقول** آپ ہی تو اوزاعی کے دعوی کو مردود
کیئے ہین اسلئے کہ وجوب کے قایل نہین ہوتے بلکہ ہمارا قول بے دلیل نہین اسلئے کہ ہم عدم رفع کی روایتون کو
صحیح سمجھتے ہین البتہ آپکا قول بیدلیل ہے اسلئے کہ آپ عدم رفع کی روایتون کو ضعیف اور واہی سمجھتے ہین اور باینہمہ
قول وجوب مین اوزاعی کے ساتھہ شریک نہین ہوتے پس آپ اپنے قول کے بموجب اوزاعی کے دعوی کو بیدلیل
مردود کہنے سے خود اپنے دعوی کو مردود کرلیتے ہین **قولہ صـ۵ـ** ان اکثر علما جو رفع یدین کو سنت
سمجھتے ہین سو اسواسطے ہی کہ عدم رفع کی روایتون کو قبول کرلیا ہے **اقول** اس قول سے دو باتین
ثابت ہوتین ایک یہہ کہ عدم رفع کی روایتین اکثر کے نزدیک قبول ہین - دوسری یہہ کہ آپ کے
نزدیک بہی قابل قبول ہین اسلئے کہ آپ ہی رفع یدین کے سنت ہونے کے قایل ہین نہ وجوب کے
پس عدم رفع کے روایتون پر جرح ثابت کرنے مین جو گفتگو آپنے کی ہے وہ اکثر علما کے مذہب کے
اور نیز آپ کے مذہب کے خلاف ہے پس محض مکابرہ ہے

تمت

بقلم محمد اقبال الدین اعجاز